مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ

اور

ان کے ناقد



جامعہ رحیمیہ و شاہ ولی اللہ اکیڈمی

درگاہ حضرت امام شاہ ولی اللہؒ الدہلوی میر درد روڈ نئی دلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ

مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ اور ان کے ناقد

حضرت مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی دہلوی

مہتمم جامعہ رحیمیہ

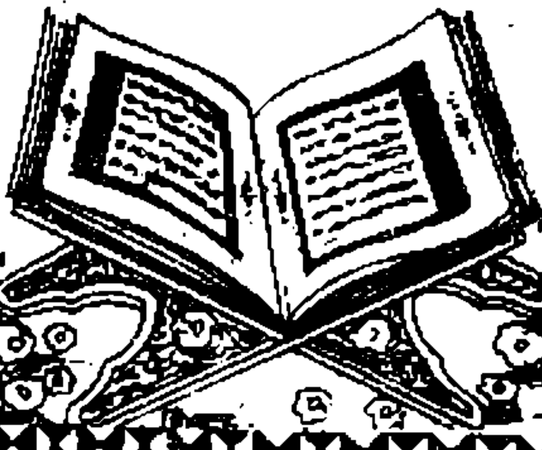
شائع کردہ

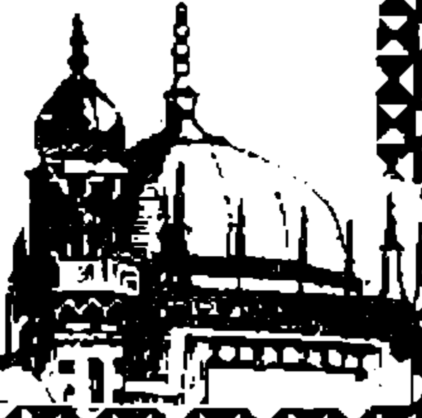
الحاج علی محمد صاحب شیر میوات

متولی درگاہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مہندیان میر درد روڈ نئی دہلی ۲

X

شاہ ولی اللہؒ اکیڈمی کی اہم کتابیں
تالیف مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی





محاسن موضح قرآن

ولی اللّٰہی علوم کا قرآنی ذخیرہ
قیمت =/۲۵ روپے۔

اخلاق رسولؐ

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ۶۳ سالہ اخلاق حسنہ کا مکمل نقشہ
اور حسین پیکر قیمت =/۳۵ روپے

بریلوی ترجمۂ قرآن کا علمی تجزیہ

بریلوی عقائد کو قرآن کریم میں داخل کرنے کی مذموم کوشش اور اس کا علمی تجزیہ۔ قیمت =/۸ روپے

اسلام کیا کہتا ہے۔؟ — مولانا قاسمی کی تقریروں کا پہلا مجموعہ۔
قیمت =/۱۵ روپے

ادارہ رحمت عالم، شیخ چاند اسٹریٹ لال کنواں دہلی

فہرست مضامین

مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی کی بارہ تقریریں جو اس موضوع پر مدرسہ حسین بخش جامع مسجد کے خطبات جمعہ کے سلسلہ میں ہوئیں وہ مرتب شکل میں قارئین کے سامنے پیش ہیں کوشش کی گئی ہے کہ مولانا قاسمی کی وہ جامع اور مدلل تقریریں پورے اجزاء کے ساتھ قارئین تک پہنچ جائیں، یہ الگ بات ہے کہ خطابت کے اسلوب کو تحریر میں ڈھالنا مشکل امر ہے۔



تقویت الایمان، ایک اصلاحی کتاب

کسی تحریک و تحریر کے حسن و قبح پر رائے قائم کرنے کے لیے ایک اصول پسند مصنّف اور ناقد کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اس کے اصلی مقصد کو سامنے رکھے، تحریر و کتاب کے حقیقی مقصد کو نظر انداز کر کے فروعی اختلافات اور پیرایۂ بیان کو اہمیت دینا اصول پسندی کے سراسر خلاف ہے

مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ کے بارے میں جو ناقد یہ تسلیم کرتا ہو کہ وہ ایک علمی اور روحانی خاندان کے چشم و چراغ تھے ـــــ اکابر ولی اللّٰہی کی دعائیں ان کے ساتھ تھیں ـــــ وہ غیر معمولی علم و فضل اور سپاہیانہ جفاکشی کا کردار رکھتے تھے ـــــ چہاردہ مسائل اور دوسری (۹) تصنیفات کے ذریعہ ان کا مستقل مسلک اس مصنّف کے نزدیک قابلِ تسلیم و تعریف ہو، وہ ناقد یہ بھی تسلیم کرتا ہو کہ مولانا اسماعیلؒ باطل (سکھ اقتدار) کے خلاف جہاد کرتے ہوئے شہادت فی سبیل اللّٰہ سے ہم کنار ہوئے ہیں

اور پھر تاریخ کی کھلی شہادت اس حقیقت پر موجود ہو کہ مولانا محمد اسماعیلؒ نے بارھویں صدی ہجری کے نصف اوّل میں مسلم معاشرہ کے اندر پھیلی ہوئی اعتقادی اور عملی بے راہ روی ـــــ مشرکانہ رسوم، مشرکانہ تہوار ـــــ بدعات و خرافات ـــــ کے خلاف جو آواز بلند کی وہ مولانا شہید اور ان کے متبعین کی جدوجہد کی بدولت کامیاب ہوئی اور آج مسلمانانِ ہند مدار صاحب اور سالار صاحب کی قبروں کا حج کرنے اور ہولی، دیوالی اور جنم اسٹمی کے تہوار منانے کی ضلالت سے بڑی حد تک محفوظ نظر آ رہے ہیں۔ اور اس اصلاحی جہاد کی کامیابی کا کریڈٹ اسی مردِ حق اور اس کی ہم خیال جماعت کو جاتا ہے۔

اس تسلیم شدہ صورتِ حال میں مولانا شہید کی ایک چھوٹی سی کتاب تقویت الایمان

کے فروعی اختلافی مسائل اور اس کے سخت لب ولہجہ کا سوال سامنے آتا ہے کہ اس کا پس منظر کیا ہے۔؟ــــ اور ایسی کتاب عبقات کے مصنف اور چہاردہ مسائل کے مجیب کی قلم سے کیوں نکلی ــ؟ــــ بحث صرف اتنی ہی ہے،

یہ سب باتیں مولانا زید صاحب نے اپنی کتاب "مولانا اسماعیل دھلوی اور تقویت الایمان" میں تسلیم کی ہیں ــــ اس سوال کا جواب تقویت الایمان کا مصنف خود بھی اپنے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہے جو یہ ہے۔

"میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہوگیا ہے۔ مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے، شرک جلی لکھ دیا گیا ہے"

گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائے گا (صفحہ ۵۲،۵)

اس وضاحت میں اس مصلحت کا اظہار ہے کہ تقویت الایمان میں لب و لہجہ کی سختی اور اصلاحی مسائل میں تعبیر و تشریح کی شدت کیوں پیدا ہوئی ــــ؟

اس اظہارِ حقیقت میں مصنف تقویت الایمان کا یہ احساس جھلک رہا ہے کہ اس کتاب میں مصنف کے عام مذاق اور اس کے مستقل تصورات سے مختلف کوئی چیز پیدا ہوگئی ہے، سوال ان کا حرماں نصیبوں کا نہیں جو محض چند فروعی اختلافات کی وجہ سے مولانا شہیدؒ اور ان کے رفقاء پر کفر و الحاد کے تیر برسا رہے ہیں اور کوئی گندی سے گندی گالی ایسی نہیں جو ڈھائی سو برس کے اس عرصہ میں اس طبقہ کی طرف سے ان مظلوموں کو نہ دی گئی ہو۔

سوال اس محترم مصنف کا ہے جو مذکورہ بالا حقائق کو تسلیم کرتا ہے اور پھر تقویت الایمان کے فروعی اختلافات اور شدتِ پیرایہ کی توجیہ اس طرح کرتا ہے۔

(۱) خاندانِ شاہ ولی اللہؒ کے حالات پڑھنے اور سمجھنے سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ مولانا اسماعیل نے واعظی کا پیشہ اپنا لیا تھا۔۔۔۔ تقویت الایمان اسی دورِ واعظی کی تالیف ہے (صفحہ ۵۳)

(۲) میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تقویت الایمان لکھ کر مولانا اسماعیل نے محمد ابن عبدالوھاب کی پیروی میں ابتدائی قدم اٹھایا ہے اور آخری قدم آپ کی تحریک جہاد ہے (ص۵۲)

واعظی کا پیشہ

محترم ناقد صاحب دلّی والے ہیں اور اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ کسی چیز کا پیشہ اپنانے والا ــــ پیشہ ور ــــ کہلاتا ہے اور علم و ادب کی دنیا کے لیے یہ لقب نہایت قبیح ہے، گو صنعت کاروں کی دنیا کے لیے یہ لفظ معیوب نہو، کسی شاعر وادیب کو پیشہ ور شاعر اور پیشہ ور ادیب کہنا اس کی توہین ہے۔ اور اس سے زیادہ معیوب بات یہ ہے کہ تعلیم و تبلیغ اور روحانی تزکیہ وتربیت کی خدمت انجام دینے والوں کو ــــ پیشہ ور واعظ اور پیشہ ور صوفی اور پیشہ ور پیر کہا جائے۔

اسی لیے یہ الفاظ موصوف ناقد مولانا اسماعیل صاحب کے لیے جان بوجھ کر استعمال نہیں کر سکتے ــــ جذبات کی روانی ان الفاظ کی تخلیق کا سبب ہو سکتی ہے۔

اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ موصوف نے چند سطروں کے بعد خود ہی اپنے الفاظ سے اس کی تردید فرما دی ہے ــــ لکھتے ہیں۔

" واعظی میں دقّتِ نظر اور نکتہ سنجی کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ عوام کو شیریں بیانی سے کسی کام کی طرف راغب کرنا ہوتا ہے (ص۵۳) ناقد صاحب نے اپنی ان سطروں میں تضاد اور تخالف محسوس نہیں کیا، وہ توجیہ کر رہے ہیں تقویت الایمان کی شدت و تلخی کی اور بطور دلیل پیش کر رہے ہیں دورِ واعظی کو جس میں شیریں بیانی ہوتی ہے، ــــ واعظ شیریں بیان ہوتا ہے تو مولانا اسماعیل کی زبان اس دور کی تالیف میں اس قدر سخت اور دل خراش کیسے واقع ہوئی۔ ؟

افسوس ناقد صاحب جیسے فاضل اور خاندان ولی اللہی کی عظمت کے معترف کی قلم سے مولانا شہید کے بارے میں ایسی غیر سنجیدہ بات نکل گئی اور اس سے شہید مظلوم کو صبح و شام گالیاں دینے والے بدبختوں کے لیے اپنی عاقبت خراب کرنیکا مزید سامان فراہم ہو گیا،

اصلاحی کتاب

صحیح جواب اس سوال کا یہ ہے کہ تقویت الایمان ایک اصلاحی کتاب ہے، — تنقیدی کتاب ہے، ایک "مصلح" بدعات اور منکرات کی بڑھتی ہوئی یلغار پر بھرپور حملہ کر کے اسے موڑنا اور ختم کرنا چاہتا ہے — وہ عیش پرستی، قبر پرستی اور توہم پرستی کے پکے ہوئے پھوڑوں پر نیز ذنند تنقیدی نشتر مار کر مریض کو جلد صحت یاب کرنے کے لیے بے تاب نظر آتا ہے۔

مولانا شہید کی یہ اصلاحی کتاب صور اسرافیل کی صدا تے رعد آسا ہے جو سوتوں کو نیند سے بے دار کرنے کے لیے بلند ہوئی۔ غالب نے کہا ؎

لکھتا ہوں اسؔد سوزشِ دل سے سُخنِ گرم
تا رکھ نہ سکے کوئی میرے حرف پہ انگشت

حضرت شہیدؒ کی دوسری علمی اور دینی کتابیں بھی موجود ہیں اور ان کا ٹھنڈا اور پرسکون لب ولہجہ بھی دنیا کے سامنے ہے، — قیوّمت کے مسئلہ میں حضرت مجدد کے تصوّر کی تائید میں مولانا زید صاحب نے مولانا محمد اسماعیل صاحب کی تحقیقات کے حوالہ سے سہارا لیا ہے اور مجدد صاحب کے معترضین کے جواب میں مولانا شہید کو سامنے کھڑا کیا ہے — لیکن تقویت الایمان کے لب ولہجہ پر ایسی برہمی اور برگشتگی دکھائی ہے کہ نہ علمی و ادبی ضابطوں اور روحانی رابطوں کا لحاظ رکھا ہے اور نہ خاندانِ ولی اللہی سے عقیدت رکھنے والوں کی دل آزاری کا خیال فرمایا ہے۔

مولانا شہیدؒ کی تحریر و تقریر کی تو یہ شان ہے بقول غالب

رزم کی داستان گر سنیے — ہے زباں میری تیغ جوہر دار
بزم کا التزام گر کیجئے — ہے قلم میرا گوہر بار

شاہ شہیدؒ کی علمی اور مجاہدانہ شخصیت

شاہ شہیدؒ نے آٹھ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا اور پندرہ سولہ سال کی عمر تک حدیث وتفسیر، فقہ اور منطق وفلسفہ کے علوم کی تحصیل سے فارغ ہو گئے۔ حدیث شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے اور درسیاتی کتابیں شاہ عبدالقادر صاحبؒ سے پڑھیں۔ پھر اپنے بزرگوں کی روایات کے مطابق درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا درس وتدریس کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ صاحب فنون سپہ گری کی طرف متوجہ ہوئے۔ میاں رحیم بخش چابک سوار سے گھوڑے سواری سیکھی، ۔۔ مرزا رحمت اللہ بیگ سے بنوٹ اور تلوار بازی کی مشق فرمائی ۔۔ پھر پیراکی سیکھنے کی طرف متوجہ ہوئے اور تین سال تک پانی سے لڑتے رہے اور اس فن میں کمال حاصل کیا۔ اس اثنا میں طلبہ اسباق پڑھنے کے لیے دریا کے کنارے آجاتے تھے اور آپ پانی میں کھڑے کھڑے انھیں سبق پڑھاتے تھے۔

پھر بھاگنے اور دوڑ لگانے کی مشق کی۔ آپ ایک سانس میں پانچ پانچ میل دوڑ لگاتے تھے اور پھر درخت کے اوپر چڑھ جاتے تھے، پھر جامع مسجد اور فتحپوری کے تپتے ہوئے فرش پر گھنٹوں ننگے پاؤں پھرنے کی مشق کی۔ راتوں کو جاگنے کی عادت ڈالنی شروع کی تو آٹھ آٹھ دن مسلسل جاگتے رہتے اور پھر اپنے اوپر اتنا قابو پا لیا کہ جب چاہتے سو جاتے اور جب چاہتے جاگ جاتے پھر اسی ہنگامی زندگی میں مختلف علوم پر (۹) اہم کتابیں تصنیف فرمائیں۔

شاہ صاحب کے ساتھ ان کے دونوں بزرگ چچاؤں کو اس قدر محبت تھی کہ

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اپنے بھتیجے شاہ اسماعیل صاحبؒ اور اپنے نواسے شاہ اسحاق صاحبؒ دونوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمَاعِیْلَ وَاِسْحَاقَ (ابراہیم ۳۹)

خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے ــــــ یہ دعا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہے۔

شاہ عبدالقادر صاحبؒ جو اپنے خاندان میں نہایت درویش صفت بزرگ تھے اور آپ کی فراست ایمانی مشہور تھی، اپنے بھتیجے شاہ اسماعیلؒ سے بے حد محبت کرتے تھے اور آپ نے اپنی نواسی اُم کلثوم کا شاہ اسماعیلؒ سے عقد کروا دیا تھا۔[۲۵]

اگر مولانا اسماعیلؒ کا مستقبل اتنا تاریک تھا ــــ جتنا ان کے مخالفین بیان کرتے ہیں تو ایک صاحب فراست چچا کا ان سے محبت کرنا ان کی فراستِ ایمانی پر دھبہ قرار پاتا ہے۔

شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی ایمانی بصیرت کا یہ حال تھا کہ اگر رمضان کا مہینہ **تیس تاریخ کا** ہونے والا ہوتا تو آپ پہلی تراویح میں ایک پارہ پڑھتے اور اگر ۲۹ کا ہونے والا ہوتا تو آپ سوا پارہ پڑھتے ــــ آپ کے بڑے بھائی شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اپنے بھائی کے اسی عمل سے یہ اندازہ لگاتے تھے کہ یہ رمضان ۳۰ کا ہوگا یا ۲۹ کا۔

آپ کو اگر کوئی شیعہ السلام علیکم کہتا تو آپ اس کے جواب میں صرف وعلیکم کہتے اور اگر سنّی مسلمان سلام کرتا تو اسے پورا جواب دیتے ــــ وعلیکم السلام۔

شیعہ لوگ آپ کی فراست اور کشف کا امتحان لینے کی غرض سے آپ کے پاس آتے اور سلام کرتے،

شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی محبت اور قلبی لگاؤ اس امر کی دلیل تھا کہ یہ نوجوان سعادت مند ہے ــــ

اصلاحی جدوجہد کا آغاز

مولانا شہیدؒ نے بدعات و منکرات کے خلاف اصلاحی تقریروں کا آغاز جامع مسجد سے کیا ــ

آپ کی پہلی معرکتہ لآرا تقریر کا عنوان یہ آیت پاک تھی۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ (النسا ۶۵)

قسم تمہارے پروردگار کی اے نبیؐ! وہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپسی اختلافات میں تمہارا فیصلہ تسلیم نہ کریں اور پھر ان کے دل میں تمہارے فیصلے سے کوئی تنگی پیدا نہ ہو اور پوری طرح تسلیم و تصدیق کا راستہ اختیار کریں۔

ایک بے مثال شعلہ بار مقرر نے اس جامع ترین آیت پر غیر اسلامی رسم و رواج کے خلاف کتنی اثر انگیز تقریر کی ہوگی۔؟——

مولانا شہید کے وعظ و موعظت کا اتنا اثر ہوتا تھا کہ سامعین زار و قطار رونے لگتے تھے اور اسی مجلس میں توبہ تا لئہ کر کے مولانا کے جانثاروں میں شامل ہو جاتے تھے،

ایک دفعہ جامع مسجد کی سیڑھیوں پر تقریر فرما رہے تھے کہ ایک ہیجڑا مجمع میں کھڑا ہو کر آپ کا وعظ سننے لگا، زیادہ دیر نہ گذری تھی کہ اس پر رقت طاری ہو گئی اور اس نے اپنے زنانہ کپڑے پھاڑ دیئے اور ہتھیلیوں سے مہندی کا رنگ چھڑانے کے لیے انہیں پتھر پر رگڑنے لگا —— پھر حاضر خدمت ہو کر توبہ کی اور آپ کے رفقا میں شامل ہو کر مجاہدین کے ساتھ میدان جہاد میں شہادت فی سبیل اللہ سے سرفراز ہوا،

ایک روز شاہ عبدالعزیزؒ کے مدرسہ (کلاں محل) کے دروازہ پر کھڑے تھے کہ سامنے سے کچھ عورتیں بناؤ سنگار کے ساتھ گذریں —— ان کی بے شرمی پر آپ کو غصہ آگیا، پوچھا، یہ کون ہیں، بتایا گیا کہ یہ دلّی کی مشہور طوائفیں ہیں، فلاں طوائف کے ہاں کوئی تقریب ہے، وہاں شرکت کریں گی۔

فرمایا —— کیا یہ مسلمان نہیں ہیں، اگر ہیں تو ان کو تبلیغ کرنا ضروری ہے قیامت کے دن ہم سے باز پرس ہوگی کہ تم نے انہیں سمجھایا کیوں نہیں۔؟ لوگوں نے کہا

آپ ان کے پیچھے نہ پڑیں، یہ آبرو باختہ عورتیں آپ پر کوئی الزام لگا دیں گی۔ فرمایا، خدا کی راہ میں جو تکلیف پہنچے گی وہ سعادت ہوگی ــــ مغرب کے بعد فقیرانہ لباس پہن کر اسکے کوٹھے پر پہنچ گئے ــــ فقیر سمجھ کر صاحب خانہ نے اجازت دیدی آپ نے کھڑے ہوکر ایسے دل دوز طریقہ پر وعظ فرمایا کہ تمام عورتیں رونے لگیں۔ اور ان میں سے ایک موتی نام کی طوائف نے اسی وقت توبہ کی اور آپ کے رفقاء جہاد میں شامل ہوگئی ــــ یہ خاتون مجاہدین کے گھوڑوں کا دانہ دلا کرتی تھی ــــ کہاں وہ بزم وناز کی زندگی اور کہاں یہ جفاکشی اور فقر وفاقہ کی حالت! ـــ ؎

سیہ کار تھے باصفا ہوگئے　　　تیرے عشق میں کیا سے کیا ہوگئے

اکبر شاہ ثانی کے سامنے قلعہ معلّے کے اندر فرضی تبرکات کے خلاف تقریر کی تو بادشاہ اور اس کے مصاحب رونے لگے، اکبر کے ہاتھ میں سونے کے کڑے تھے۔ اور شاہ زادہ کی ڈاڑھی منڈی ہوئی تھی، آپ نے اس پر نکتہ چینی کی ــــ بادشاہ نے اسی وقت کڑے اتار دیئے اور شاہ زادے نے توبہ کی ــــ

کیا اثر تھا اس مرد حق کی زبان میں ــــ زبان کا اثر دل کے درد سے پیدا ہوتا ہے ــــ

یہ دل کا درد اس مردِ مجاہد کو عشق نبوئی سے حاصل ہو رہا تھا ــــ

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ　(الکہف ٦)

شاید اے نبی! تم اپنے آپ کو ان کی گمراہی کے غم میں ہلاک کر دوگے، شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں،

"ــــ نہیں تو گھونٹ ڈالے گا اپنی جان ان کے پیچھے ــــ"

نبی ورسول کے دل کی یہ کیفیت ــــ گناہوں پر یہ تڑپ اور بے قراری جن خوش بختوں کو نصیب ہوتی ہے ان کا یہی حال ہوتا ہے جو مولانا شہیدؒ کی تقریروں میں نظر آتا ہے ــــ غالب کہتے ہیں ؎

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالبؔ، کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے

عشق کی یہ آگ ۔ اور عشقِ ربانی کی یہ آتش شاہ شہیدؒ کو شاہ ولی اللہؒ سے ورثہ میں ملی تھی ۔ اور عشقِ حق کی یہی چنگاریاں تھیں جو تقویت الایمان کے صفحات پر بھڑکتی ہوئی نظر آتی ہیں ۔ اس سے اور آگے بڑھ جاؤ تو شاہ شہید کا یہ جلال ۔ جلالِ فاروقی ۔ کا عکس تھا ۔ شاہ ولی اللہ ددھیال سے فاروقی اور ننھال سے سیّد تھے ۔

مولانا شہید کے اس دینی سوز و گداز کو وہابی تحریک کا فیض قرار دینا بدذوقی کی دلیل ہے اور تعصب سے سوا کچھ نہیں ۔ شہید حق کے جذبہ بے قراری اور مستی عشق کو عافیت نشین کیا سمجھ سکتے ہیں ؎

شبِ تاریک بیم موج گرداب چنیں حائل
کجا دانند حالِ ماسبکسارانِ ساحل ہا

قرآنِ کریم میں نہی عن المنکر کیلئے سختی کرنیکا حکم

قرآنِ کریم نے دعوت عام کیلئے مخطاب میں نرمی اور نرم گفتاری کا حکم دیا ہے فقولا لہ قولاً لیناً ۔ اے موسیٰ اور ہارون! فرعون کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرنا ۔ لیکن اسلام کا دعویٰ کرنے والے نفاق پسند فسادیوں کے ساتھ سختی سے پیش آنے کی تلقین کی گئی ہے ۔ یاایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم ۔ (التوبہ ۷۳) ۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! تم کافروں اور منافقوں کے ساتھ جہاد کرو اور سختی سے پیش آؤ ۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ کفار کے ساتھ تلوار سے جہاد کرو اور منافقین کے ساتھ ۔ بالانتہار والمقت ۔ ڈانٹ کر اور ناراض ہو کر ۔ تفسیر مدارک میں ہے ۔ وکل من وقف منہ علی فساد العقیدہ فہٰذا الحکم ثابت فیہ یجاھد بالحجۃ وتستعمل معہ الغلظۃ ما امکن فیھا ۔ (جلالین ص ۱۶۳) یعنی جو شخص فاسد عقیدہ پر قائم ہو اسکے لیے یہی حکم ہے اسکے ساتھ دلیل سے جہاد کیا جائے اور جس قدر ممکن ہو سختی کی جائے ۔

حضرت شہیدؒ کا اہل بدعت و شرک کے ساتھ سختی اور تندخوئی کا برتاؤ اسی قرآنی ہدایت پر مبنی تھا ۔ شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے واغلظ علیھم کا ترجمہ تندخوئی کر ۔ کیا ہے ۔

مسلم معاشرہ کی اخلاقی پستی

تقویت الایمان کی تالیف کا ماحول

مولانا زید صاحب نے اس کتاب کی تالیف میں تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ کی (۵۷) کتابوں کو سامنے رکھا ہے ــــ لیکن ان کتابوں میں ایک کتاب بھی ایسی نہیں جو مولانا شہیدؒ کے دور تبلیغ کے ماحول پر روشنی ڈالتی اور اس وقت مسلم معاشرہ کی مذہبی اور اخلاقی پستی جس منزل پر پہنچی ہوئی تھی اسے پیش کرتی،

تاریخ کا ایک طالب علم کسی تحریک و تحریر کے بارے میں اسی وقت صحیح اور غیر جانب دارانہ رائے قائم کر سکتا ہے جب اس کے سامنے اس تحریک کا پس منظر بھی ہو۔

محترم مولانا نے اس سلسلہ میں اپنے والد مولانا شاہ ابو الخیرؒ صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"اس وقت کے مسلمانوں کے اعمال میں کمزوریاں تھیں لیکن آخرت پر ایمان اور یقین کامل میں بہت پختہ اور بڑے ثابت قدم تھے ص۱۱"

جناب ناقد صاحب نے اس قول کی روشنی میں اس عہد کے مسلمانوں کی عملی کمزوریوں اور غلبۂ جہالت کی تفصیلات کا مطالعہ کر لیا ہوتا اور کتاب کے ناظرین کے سامنے پیش کر دیا جاتا تو قارئین کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتے ــــ لیکن مولانا نے ان اشارات کو کافی سمجھا۔ اور حقیقت حال ناظرین سے پوشیدہ رہی۔

آیئے ہم اس عہد کے حالات کا تفصیلی مطالعہ کریں، مولانا شہید کا دور

اٹھارویں صدی عیسوی اور بارہویں صدی ہجری کا پہلا نصف ہے،
یہ وہ دور ہے جب عالمگیر کی وفات کے بعد مغل سلطنت زوال اور انحطاط کا شکار ہو چکی تھی ـــــ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اس عہد کے حالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور لکھا ہے کہ یہ دور مسلمانانِ ہند کی مذہبی اور اخلاقی گراوٹ کا بدترین دور تھا اور مسلمانوں کے سماجی نظام کا ڈھانچہ بگڑ رہا تھا ـــــ
اس کی تفصیلات کے لیے ہمیں ڈاکٹر محمد عمر صاحب ریڈر شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی وہ مستند کتاب دیکھنی ہوگی جس میں موصوف نے تاریخی حوالوں سے یہ بتایا ہے کہ اس عہد کے مسلمانوں پر ہندوستانی تہذیب کا کیا اثر پڑا ـــــ (۵۲۷) صفحات کی یہ کتاب مسلم معاشرہ کے ہر پہلو پر روشنی ڈالتی ہے، ـــــ ذیل میں اختصار کے ساتھ چند پہلو پیش کیے جارہے ہیں ـــــ تاریخ کہتی ہے کہ اکبر اور جہاں گیر کے عہد میں مغل حکمرانوں میں ہولی، دیوالی، جنم اشٹمی اور دوسرے مشرکانہ تہوار دھوم دھام سے منائے جاتے تھے، عالم گیر نے ان پہ پابندی لگائی مگر اس کے بعد پھر وہی حالات واپس آگئے
حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے ایک مکتوب (ج ۲ نمبر ۴۱) میں لکھا ہے مسلمان عورتیں ہولی کے دنوں میں اپنی بیٹوں اور بہنوں کے گھر رنگ کے مٹکے اور لال رنگ سے رنگے ہوئے چاول بھیجا کرتی تھیں ۱۱۴۸ھ اور چند متقی مسلمانوں کے سوا سب ہی مسلمان دل کھول کر ہولی کھیلتے تھے ـــــ
شاہ عالم ثانی کے زمانہ میں قلعہ کے اندر ہولی پر چراغاں ہوتا تھا اور سرسوتی دیوی کی پوجا ہوتی تھی،

دیوالی کے موقعہ پر دوسرے دن گوبردھن کی پوجا ہوتی تھی شاہ عالم نے اس پر اشعار کہے ہیں۔

دسہرہ دسہرہ کا جشن قلعہ کے اندر دھوم دھام سے منایا جاتا تھا اور اکبر شاہ ثانی اور بہادر شاہ ظفر کے سامنے ایک نیل کنٹھ چھوڑا جاتا تھا ـــــ امراء اور عام مسلمان اس رسم کو دیکھنے شہر سے باہر جایا کرتے تھے۔

بسنت پندرہ دن تک دہلی کے اندر مختلف مزارات پر بسنت کے میلے ہوتے تھے۔ جن کا اہتمام شہر کے رؤسا کی طرف سے کیا جاتا تھا۔ حیاتِ جاوید میں مولانا حالیؒ نے لکھا ہے کہ سرسید کے نانا خواجہ فرید چوتھے دلی کی بسنت کا انتظام کرتے تھے۔

درگاہ قلی خاں نے لکھا ہے کہ بسنت کے مہینہ کی پہلی تاریخ کو دلی کے مسلمان درگاہ قدم شریف میں جمع ہوتے[1] رات میں حضرت چراغ دہلوی کے مزار پر چراغاں کرتے اور تیسرے دن حضرت نظام الدینؒ کے مزار پر جمع ہوتے۔ اوران میلوں میں قوالیاں اور مجرے دونوں کام ہوتے، چوتھے دن سید حسن رسولؒ نما کے مزار پر اور پانچویں دن حضرت شاہ ترکمان بیابانی کے مزار پر اور چھٹے دن قلعہ میں۔

سلونو جسے راکھی بندھن کا تہوار کہتے ہیں۔ یہ تہوار بھی قلعہ معلّیٰ کے اندر اور مسلمان عوام میں منایا جاتا تھا، اکبر شاہ ثانی اور بہادر شاہ ظفر اس تہوار پر شاہی جلوس کی قیادت کرتے تھے اور یہ جلوس قلعہ سے حضرت قطب صاحب کی درگاہ تک جاتا تھا۔

جنم اشٹمی اس تہوار کو بھی مسلمان مناتے تھے، مرزا قتیل کا بیان ہے کہ بعض مسلمان کنس کا مجسّمہ بنا کر اس کا پیٹ چاک کرتے تھے اور اسکے پیٹ کے اندر پہلے سے بھرے ہوئے شہد کو اس کا خون سمجھ کر پیتے ہیں۔

سیتلا دیوی کی پوجا حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں نے لکھا ہے کہ چیچک نکلنے کے زمانہ میں مسلمان عورتیں عام طور پر شرک میں مبتلا ہوتی ہیں، مرزا صاحب کا اشارہ سیتلا دیوی کی پوجا کی طرف ہے جو ہندو معاشرہ میں عام ہے۔

سیدہ کی کہانی جس طرح ہندوؤں میں خوشی کے موقعہ پر ست نرائن کی کتھا کی جاتی تھی اسی طرح مسلمانوں میں منت کے طور سیدہ کی کہانی سنائی جاتی تھی اور دونوں قصوں کے بعض حصے ایک دوسرے سے مشابہ تھے۔

---

[1] اور رنگ رلیاں مناتے تھے دوسری تاریخ کو قطب صاحب کی درگاہ پر جمع ہوتے۔

قبر پرستی

بزرگوں کے مزارات پر جو مشرکانہ رسمیں ادا کی جاتی تھیں، حضرت شاہ ولی اللہؒ کی وصیت کے ان لفظوں سے ان کی قباحت کا اندازہ لگائیے ——— فرماتے ہیں ———

"تم مدار صاحب اور سالار صاحب کی قبروں کا حج کرتے ہو اور یہ تمہارے بدترین افعال ہیں" (وصیت نامہ)

مسجدیں ویران اور مزارات پُر رونق

مورّخ لکھتا ہے کہ اس دور میں مساجد ویران نظر آتی تھیں اور مزارات پر رونق تھی ——— یہاں تک کہ جامع مسجد دلّی کے حوض پر ہندو مسلمانوں کی دکانیں لگتی تھیں ان دکانوں کو مولانا شہیدؒ نے ہٹوایا یا بادشاہِ دلی کو توجہ دلائی اور اس عظیم مسجد کی بے حرمتی پر احتجاج کیا۔

جامع مسجد میں تصویریں

جامع مسجد کے اندر موئے مبارک کے ساتھ بزرگوں کی تصویروں کی زیارت کرائی جاتی تھی، مرزا مظہر جانِ جاناں کے ایک مہمان سید اسماعیل مدنی مدینہ منورہ سے ہندوستان آئے اور جامع مسجد میں آثار شریف کی زیارت کے لیے گئے۔ واپسی میں انھوں نے مرزا صاحب کو بتایا کہ آثار شریف کے ساتھ بعض بزرگوں کی تصویریں بھی رکھی ہوئی ہیں۔

مرزا صاحب نے شاہ عالم ثانی کو اس کی شکایت لکھی اور اس وقت وہ تصویریں وہاں سے ہٹوائی گئیں۔

گمراہ صوفی

گمراہ صوفیوں کی جرأت کا یہ حال تھا کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ شاہ صاحب چاندنی چوک سے گذر رہے تھے کہ رسول شاہی فرقہ کا ایک ننگا صوفی راستہ میں بیٹھا تھا۔ اس نے شاہ صاحب کو دیکھ کر ان سے مذاق کیا اور اپنی شرمگاہ پر ہاتھ مار کر کہا ——— دیکھ! یہ اللہ کا الف ہے ——— لوگوں کا مجمع اکٹھا ہو گیا، شاہ صاحب حاضر جواب تھے، اس توہین کو انھوں نے ایک پر مذاق جواب میں ختم کر دیا۔ فرمایا ——— یہ الف نہیں، اسکے

نیچے تو دو۲ نکتے ہیں ـــــ (ارواح ثلثہ)

یہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی نرم مزاجی تھی ـــــ آپ کی جگہ اگر شاہ اسماعیل ہوتے تو اس کے سر پہ ایک ڈنڈا رسید کرتے۔

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے گھر میں شاہی آداب کے مطابق سلام کیا جاتا تھا کہا جاتا تھا، رفیع الدین سلام عرض کرتا ہے، عبدالقادر تسلیمات عرض کرتا ہے ـــــ سید احمد صاحب بریلوی جب شاہ صاحب سے ملنے آئے تو انھوں نے مسنون طریقہ پر السلام علیکم کہا ـــ شاہ صاحب کو بہت پسند آیا اور حکم دیا۔ آئندہ سے سنت کے مطابق ہی السّلام علیکم کہا جائے ـــــ

فروعی مسائل میں تشدد

فروعی مسائل ـ آمین، رفع یدین، فاتحہ خلف الامام میں اس قدر تشدد اور غلو پیدا ہو گیا تھا کہ آمین بالجہر اور رفع یدین کرنے والے کو مسجد سے نکال دیا کرتے تھے اور مسجدوں پر پتھر لگا دیے گئے تھے کہ یہ مسجد احناف ہے اور یہ مسجد اہل حدیث ہے۔

ہندوستان جنّت نشاں

مولانا زید صاحب قبلہ نے اس ہندوستان کو جنّت نشاں فرمایا ہے ـــــ صفحہ (۶۱) پر تقویۃ الایمان کی ایک آیت کے ترجمہ کے سلسلہ میں اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اور ہندوستان جنّت نشان دار الزلازل والفتن بنا"

ان تمام رسومات شرک وکفر کے باوجود ہندوستان جنّت نشان تھا ـــــ مولانا محمد اسمٰعیلؒ نے اس جنّت نشان کو زلزلوں اور فتنوں والا ملک بنا دیا ع

عقل زحیرت بسوخت کہ ایں چہ بوالعجبی است

گیارھویں صدی کے مجدد

گیارھویں صدی ہجری میں ہندوستانی مسلمانوں پر صرف مذہبی زوال آیا ـــ سیاسی اعتبار سے مغل حکومت نہایت مضبوط تھی ـــ اس صدی میں حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کی اصلاحی جدوجہد کامیاب ہوئی اور اکبر و جہاں گیر کے بعد

شاہ جہاں اور عالمگیر جیسے دین دار حکمراں سامنے آئے اور عالمگیر نے تمام مشرکانہ رواجوں اور تعیش پرستی کے مشاغل کو قلعے سے باہر نکال دیا اور انھیں ممنوع قرار دیا،

بارہویں صدی میں ہمہ جہتی زوال

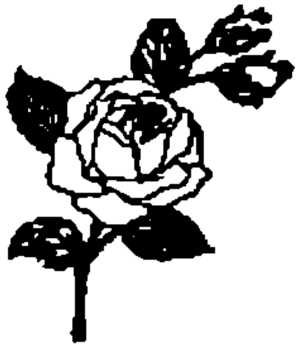
عالمگیر کے بعد ہندوستانی مسلمانوں پر ہمہ جہتی زوال آیا، سیاسی زوال بھی اور مذہبی اور اخلاقی زوال بھی ـــــ اس زوال کو روکنے کے لیے قدرت نے خاندان ولی اللہی کو کھڑا کیا،

اس دور میں حضرت خواجہ میرؒ درد، مرزا مظہر جانؒ جاناں اور شاہ فخر الدینؒ چشتی اورنگ آبادی جیسے صوفیائے حق بھی موجود تھے ـــــ مگر مجددانہ انداز سے مسلمانوں کو جس ہستی نے انقلابی پیغام دیا وہ شاہ ولی اللہؒ تھے، پھر اس پیغام کو عوام میں پہنچانے والے ان کے صاحبزادگان تھے، لیکن یہ پیغام تصنیف و تالیف، درس و تدریس اور اخلاقی اور روحانی تربیت کے دائرہ تک رہا ـــــ اس پیغام کو عملی جہاد کے ذریعہ پورے مسلم معاشرہ میں نافذ کرنے کا مشن مولانا شہیدؒ اور سید احمد بریلویؒ کے ذریعہ پورا ہوا۔

سیاسی ناکامی

یہ جدوجہد سیاسی اعتبار سے ناکام ہوئی، تحریک جہاد بالاکوٹ کے میدان میں ختم ہوگئی، اس کے بعد سن ۵۷ء کی تحریک اٹھی اور وہ بھی ناکام ہوگئی، اس کے بعد شاملی کے میدان میں حق و باطل کا آخری ٹکراؤ ہوا اور چند حوصلہ مندوں نے رسم جہاد کو زندہ کیا اور یہ جہاد بالسیف کبھی کامیابی سے ہم کنار نہ ہو سکا ـــــ اور ملک میں انگریزی اقتدار مسلط ہو گیا، اس کے بعد مسلمانوں کو تہذیبی اور مذہبی زوال سے روکنے کے لیے دارالعلوم دیوبند کی شکل میں ولی اللہی تحریک اصلاح کو منظم کیا گیا ـــــ اور یہ جدوجہد الحمد للہ کامیاب ہوئی ـ

بدعت نوازوں کی پوری کد و کاوش کے باوجود اگر آج مسلم معاشرہ میں مشرکانہ رسوم اور بدعاتِ فاسدہ کے خلاف نفرت موجود ہے اور گمراہ صوفیت کے مظاہر سے مسلم معاشرہ محفوظ نظر آرہا ہے تو یہ علماءِ دیوبند اور مسلک شہید رحمۃ اللہ علیہ پر چلنے والوں کی جدوجہد کا ثمرہ ہے ـ



مولانا شہید کی مخالفت

ان بگڑے ہوئے حالات میں مولانا نے اصلاح امت کے لیے کمر باندھی، غیرت اسلامی کا تقاضا تھا کہ اس عہد کے علماء و مشائخ اس باہمت و باحمیت نوجوانوں کی حمایت کے لیے کھڑے ہو جاتے لیکن ہوا یہ ہے کہ کچھ علماء تو مولانا شہیدؒ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو دیکھ کر حسد کے جذبات سے مغلوب ہو گئے اور کچھ اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے عیش پرست امراء کے بھڑکانے پر مولانا شہیدؒ کی راہ میں روڑے اٹکانے لگے۔

مفتی صدرالدین آزردہ صدرالصدور کے عہدۂ جلیلہ پر فائز تھے، اور مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی انگریز ریزیڈنٹ آفس کے سررشتہ دار تھے ان صاحب اثر حضرات نے مولانا کی مخالفت شروع کر دی، مفتی صاحب کشمیری تھے یہ اپنے مزاج اور سرکاری عہدہ دونوں سے مجبور تھے دوسرے بزرگ بھی فطری طور پہ نہایت نرم و نازک واقع ہوئے تھے اور ساتھ ہی سرکاری ملازم تھے اور تمام سرکاری ملازمین پر ان کا اثر تھا، آپ کی کوششوں سے مولانا شہید کی زبان بندی کر دی گئی تھی۔ اور چالیس دن تک جامع مسجد میں مولانا کا وعظ بند رہا تھا ——— اس بندش پر مولانا نے انگریز ریزیڈنٹ سے ملاقات کر کے گفتگو کی اور وہ انگریز افسر آپکی قابلیت سے متاثر ہوا اور اپنا حکم واپس لے لیا ——

مولانا قاسم امام عیدگاہ اور مرزا دینا بیگ بھی مخالفت میں آگے آگے تھے، انھوں نے پنجاب سے چند بدمعاش بلا کر مولانا پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ مولانا اس وقت مسجد فتحپوری کے گرم پتھروں پر چل کر جہاد کے لیے مشقت برداشت کرنے کی عادت ڈال رہے تھے ——— یہ دو نوجوان جب مسجد کے اندر پہنچے تو جلتے ہوئے فرش پر اپنے پیر نہ ٹکا سکے اور ان کے دل میں مولانا شہید کی عظمت جاگزیں ہو گئی،

اور انھوں نے مولانا سے معذرت کی اور توبہ کر کے مولانا کے جاں نثاروں میں شامل ہو گئے۔ ؎۱

مولانا شہیدؒ حضرت محبوب الٰہی کی درگاہ پر پہنچ کر وعظ کہا کرتے تھے ـــــ اور لوگ اس سے گھبرا اٹھے اور جامع مسجد کے اندر مولانا پر چھرے سے حملہ کرا دیا، جس سے مولانا کے پاس بیٹھا ہوا ایک بڈھا مسلمان زخمی ہو گیا،

اکبر شاہ ثانی کی ایک بہن تھیں جن کو قلعہ میں "بی بی چھکو" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہ بڑی لسّان اور زبان دراز تھیں، مخالفین نے ان کے کان بھر دیئے کہ مولانا اسماعیل بزرگوں کی توہین کرتے ہیں ـــــ بی بی چھکو نے مولانا کو قلعہ کے اندر طلب کر لیا اور کہا ـــــ مولوی اسماعیل! میں نے سنا ہے کہ تم بی بی کے صحنک کی مخالفت کرتے ہو ـــــ مولانا نہایت حاضر جواب تھے، بولے نہیں خالہ جان! میں نہیں ـــــ بیوی کے ابا جان مخالفت کرتے ہیں اور پھر حدیث۔

پر ایسی دل پذیر اور رقت انگیز تقریر کی کہ قلعہ کی تمام بیگمات اور شاہ زادیاں رونے لگیں اور بیوی چھکو بولیں ـــــ ہم تو بیوی کے ابا جان کے منہ سے ایسا کرتے ہیں، اگر ان کے ابا جان ہی اسے پسند نہیں کرتے تو پھر ہم ایسا نہیں کریں گے ـــــ ہم تو ابا جان پر ایمان لائے ہیں۔ مخالفین کی سازش ناکام ہو گئی اور مولانا قلعہ سے سرخرو ہو کر واپس آئے ؎

دور ہا باید کہ تا یک مرد حق پیدا شود بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

؎۱ ان دونوں نوجوانوں کو دلی آنے پر تیار کرنے والا وہ آبرو باختہ مسلمان تھا جو اپنے آپ کو فخر کے طور پر بندۂ رنجیت سنگھ کے لقب سے موسوم کرتا تھا اور اس نے اپنی بہن کو بطور داشتہ کے مہاراجہ کے محل کی زینت بنا رکھا تھا ـــــ مولانا کے مخالفین نے اس سے ساز باز کر کے ان نوجوانوں کو دلی بلایا تھا۔

تقویت الایمان کا مقدمہ اور اصل اختلاف

بندہ کے سامنے تقویت الایمان کا وہ نسخہ ہے جو ۱۲۶۷ھ ہجری میں حافظ محمد پیر خاں کے اہتمام میں چھتہ موم گران شاہ جہاں آباد مطبع محمدی وحیدۃ الاخبار میں چھپا ہے اور اس کے (۲۴۷) صفحات ہیں۔ مولانا زید صاحب کے سامنے جو نسخہ ہے وہ ۱۲۷۰ھ میں مطبع صدیقی دہلی میں چھپا ہے ـــــ یعنی پہلے نسخہ کے تین سال بعد، پیش نظر نسخہ میں مولانا میر محبوب علی صاحب محشی کتاب کا ایک مقدمہ بھی شامل ہے۔

مولانا زید صاحب اگر اس مقدمہ پر غور کر لیتے تو جو میل کا بیل اور بات کا بتنگڑ انھوں نے بنایا ہے وہ ظہور میں نہ آتا ـــــ سید محبوب علی صاحب مولانا شہیدؒ کے ہم سبق تھے، خود عالم تھے، اور اس صورت حال کے عینی مشاہد بھی تھے، وہ لکھتے ہیں۔

"گو ر پرست مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ کو کہتے ہیں کہ مولوی رشید الدین خاں صاحب سے خوب بحثیں رہیں، شہید مرحوم کو دست آنے لگے، جواب میں نہ لکھے، سو یہ سراسر غلط اور بہتان ہے، شہید مغفور اور خاں صاحب مرحوم کی گاہے کسی بات میں تکرار نہیں ہوئی اور جامع مسجد میں جب مولوی عبد الحیؒ سے استفتاء پر مہر طلب کی مولوی صاحب مرحوم نے شکل بلوی سے خلاف برادرانہ عالمانہ کی شکایت کی (یعنی خاں صاحب نے جو جھگڑے کی شکل پیدا کرا دی تھی مولوی عبد الحی صاحبؒ نے ان سے برادرانہ اور عالمانہ طور پر شکایت کی)

خاں صاحب مرحوم نے عذر کی صورت ظاہر کی، وہاں شہید مرحوم نے کسی سے بات بھی نہیں کی اور جب مولوی عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو دفن کیا مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کے مقبرہ میں لوگ خاں صاحب سے اور مولوی عبد الحی صاحب سے مسائل

مروجہ پوچھتے تھے، وہاں بھی کچھ خلاف و تکرار علماء میں نہ ہوئی۔

احوال ان بزرگوں کے جو آپس میں ظاہر تھے بچشم خود دیکھے ہوئے یاد ہیں، یہ پیر پرست خبط میں برباد ہیں اور جواز و مکروہ کا آپس میں کہیں لفظاً خلاف ہے وہ مفسدوں کے فتنہ کی بنیاد ہے۔"

اصل اختلاف

ایک عینی شاہد کے بیان کے مطابق خاندان کے دوسرے افراد ـــ مولانا مخصوص اللہ صاحبؒ وغیرہ کو تقویت الایمان کے اسلوب بیان سے اختلاف تھا کہ اس میں مولانا شہیدؒ نے شرک کی مشابہ چیزوں کو جو مکروہ کے درجہ کی ہیں انہیں شرک جلی میں داخل کر دیا ہے ـــ اور مولانا کے نزدیک یہ اسلوب تہدید و ترہیب کے پہلو کو سامنے رکھ کر اختیار کیا گیا ہے، فتویٰ شائع ہونے کے بعد وہ غلط فہمی دور ہو گئی اور مولانا نے اپنے قلم سے واضح کر دیا کہ مثلاً بوسۂ قبر شرک جلی نہیں بلکہ شرکِ خفی اور احتمالِ شرک رکھنے کی وجہ سے اس فعل مکروہ پر شرک کا اطلاق کر دیا گیا ہے ـــ

خاندان کا جھگڑا ختم ہو گیا ـــ لیکن میر محبوب کے بیان کے مطابق ہر دور کے گور پرستوں اور پیر پرستوں نے اس معاملہ کو اچھالا اور مولانا شہیدؒ کو بدنام کرنے کی نامبارک کوشش جاری رکھی، ـــ جو آج تک جاری ہے۔

ارواح ثلٰثہ کی ایک حکایت کے مطابق مولانا شہیدؒ نے خود اپنے اسلوبِ بیان کی شدت کو تسلیم کیا ہے۔

"میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے، مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے گو اس سے شورش ہو گی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائے گا۔" (ارواح ثلٰثہ حکایت نمبر ۵۹)

مولانا نے اسلوب بیان کی شدت کے لیے جس مصلحت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ دینی مصلحت ہے اور ہر اصلاحی تحریک کسی وقت اس منزل سے بھی گذرتی ہے۔

مولانا زید صاحب کے خیال میں اس سے مسلمانوں میں شورش برپا ہوگئی اور مسلمانوں کا شیرازہ بکھر گیا (ص۵۰) لیکن منکرات و بدعات پر مولانا شہیدؒ کے اس بھرپور حملہ نے قرآن کریم کی یہ مصلحت پوری کردی ۔ جس کی طرف آیتِ ذیل میں اشارہ کیا گیا ہے،

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ (آل عمران ۱۷۹)

اللہ تعالیٰ وہ نہیں کہ چھوڑ دے گا مسلمانوں کو جس حال پر تم ہو جب تک جدا نہ کرے پاک کو ناپاک سے،

اس آیت میں جہاد کی مصلحت بیان کی گئی ہے جس سے پکے مسلمان اور کچے مسلمان کے درمیان امتیاز پیدا ہو جاتا ہے ۔

قرآن کریم نے لِيَذَرَكُمْ ۔ ضمیر خطاب سے کام نہیں لیا ، بلکہ اسم ظاہر المؤمنین کہا، تاکہ کوئی تاویل باز یہ نہ کہے کہ اس آیت کے مخاطب مدینہ کے منافقین ہیں ــــ اور شاہ عبد القادر صاحب نے المومنین کا ترجمہ "مسلمانوں" کیا ہے، جس میں اشارہ ہے کہ ایمان والوں سے مراد دعویٰ ایمان کرنے والے ظاہری مسلمان ہیں جنہیں منافق اور مخلص دونوں شامل ہیں اور شاہ عبد القادر صاحبؒ نے حاشیہ میں اس کی تشریح بھی کردی اسی کو شاعر نے کہا ہے ؎

کچھ ہو رہے گا عشق و ہوس میں بھی امتیاز، آیا ہے اب مزاج تیرا امتحان پر

تقویت الایمان اور شیخ محمد کی کتاب میں یکسانیت کا بے بنیاد دعویٰ

مولانا زید صاحب نے علامہ وحید الزماں حیدر آبادی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مولانا اسماعیل صاحبؒ نے تقویت الایمان میں محمد ابن عبد الوہاب کی

پوری کی ہے، اور مولانا کے تذکرہ نگاروں نے اسے چھپانے کی کوشش کی ہے۔

اس کے بعد مولانا زید صاحب نے وحید الزماں صاحب کے اس دعویٰ کے ثبوت میں دونوں کتابوں کی یکسانیت دکھائی ہے،

پہلی یکسانیت، ابواب وفصول کی

زید صاحب نے تقویت الایمان اور کتاب التوحید کے درمیان پہلی یکسانیت ابواب، فصول اور آیات اور احادیث کی تعداد میں دکھائی ہے۔ لیکن علمی تحقیق کے اصول پر اس یکسانیت کو اہمیت حاصل نہیں ہو سکتی۔

دو مصنف ایک ہی موضوع پر دو کتابیں لکھتے ہیں اور ان میں آیات و احادیث سے استدلال کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ ایک ہی عنوان اور ایک ہی موضوع پر قرآن اور حدیث کی نصوص میں یکسانیت کا پیدا ہونا قدرتی امر ہے،

۱۴ سو برس سے شرک و توحید کے موضوع پر جس نے بھی قلم اٹھایا ہے۔ اس نے انہی آیات و احادیث سے استدلال کیا ہے ـــــ یہ شاعری نہیں اور نہ تصوف کے نکات و لطائف ہیں، جن میں ندرت، جدت اور رنگا رنگی اور تنوع پیدا کیا جا سکے،

اس لیے ہم اس سطحی دلیل کو نظر انداز کر کے آگے بڑھتے ہیں،

دوسری یکسانیت

کسی نبی اور ولی کی قبر کو سجدہ کرنے یا مدد کے لیے پکارنے کی عبارت میں مولانا زید صاحب کو دونوں کتابوں میں یکسانیت نظر آ رہی ہے ـــــ لیکن دونوں عبارتوں میں نظریہ کا جو فرق موجود ہے اسے زید صاحب نے قصداً نظر انداز کر دیا ہے، یہ عبارت دونوں کتابوں کی فصل اوّل کے آخر میں ہے، ـــــ شیخ محمد کی عبارت کے آخری فقرہ میں یہ لکھا ہے

" فقد صار مشرگا و کافراً بنفس هذه الاعمال سواءً اعتقد استحقاقه لهذا التعظيم بذاته اولا

یعنی ایسے عمل کرنیوالا اعتقاد رکھتا ہو کہ وہ اس تعظیم کے مستحق اپنی ذات

سے ہیں یا نہ رکھتا ہو۔"

یہ آخری فقرہ مولانا اسماعیل صاحبؒ کے ہاں موجود نہیں ہیں ـــــ اور اسی فقرہ سے دونوں عبارتوں کے مفہوم میں زمین و آسمان کا فرق واقع ہو جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ قبر کو سجدہ کرنے والا اگر صاحب قبر کو ذاتی طور پر تعظیم کے لائق سمجھتا ہے یا ذاتی طور پر تعظیم کے لائق نہیں سمجھتا محض رسمی طور پر ادب بجا لاتا ہے تو ان دونوں صورتوں میں نجدی اور حنبلی علماء کے نزدیک مشرک ہو جاتا ہے ـــــ لیکن جمہور علماء کے نزدیک دوسری صورت میں مشرک نہیں ہوتا ـــــ یہ فعلِ سجدہ صورتِ شرک ہونے کی وجہ سے گناہ قرار دیا جائے گا۔

مولانا محمد اسماعیل صاحب کے نزدیک جمہور علماء کا مسلک صحیح ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے وہ آخری فقرہ تحریر نہیں فرمایا۔

مولانا زید صاحب نے خود اپنی نقل کردہ عبارتوں پر غور کرنے کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی اور جلد بازی یا غصّہ میں دونوں عبارتوں کے درمیان یکسانیت کا دعویٰ کر دیا۔ (دیکھو ص۵۵)

"عقل زحیرت بسوخت کہ ایں چہ بوالعجبی ست"

مولانا شہیدؒ نے صفحہ (۹۹) تقویت الایمان پر شرک اور صورت شرک کا فرق واضح کرتے ہوئے یہ الفاظ تحریر کئے ہیں کہ جن مقامات پر شرک کے کام ہو رہے ہوں، مثلاً جس جگہ غیر اللہ کے نام کا جانور ذبح کیے جا رہے ہوں وہاں کوئی شخص خدا کے نام پر جانور ذبح کرنے لے جائے تو اس مجلس میں شرکت کرنے سے روکتے ہوئے مولانا شہیدؒ لکھتے ہیں ـــــ

"کسی طرح ان میں شریک نہ ہو، نہ اچھی نیت سے نہ بری نیت سے کہ ان سے مشابہت کرنی خود بری ہے۔"

مولانا نے یہاں واضح کر دیا کہ کسی فعل کے حقیقی شرک اور صورتِ شرک ہونے کا مدار اعتقاد و نیت پر ہے، اگر اعتقاد درست ہو تو وہ عمل ظاہری

صورت میں مشابہتِ شرک کی وجہ سے برا ہوگا۔ مولانا نے برے کا لفظ لکھا، اس پر شرک کا اطلاق نہیں کیا ـــــ یہی جمہور علماء کا مسلک ہے۔

اس لیے مولانا نے شرک خفی اور توہم پرستی کے افعال پر جہاں جہاں لفظ شرک کا اطلاق کیا ہے اسے ترہیب اور تہدید پر محمول کرنا ہوگا۔

اور یہ اسلوب احادیث کے اندر موجود ہے جس کی مثالیں آگے دی جائیں گی۔

روضۂ نبویؐ کی زیارت کے فعل کو کیوں داخل کیا

مولانا زید صاحب نے دونوں علماء کی عبارتوں سے التزامی طور پر یہ ثابت کیا ہے کہ روضۂ نبویؐ کے لیے قصداً زیارت کا سفر کرنا شیخ محمد اور مولانا شہیدؒ دونوں کے نزدیک شرک ثابت ہوتا ہے ـــــ (صفحہ ۵۹)

افسوس یہ ہے کہ مولانا زید صاحب نے اس التزامی دلیل میں قطعی طور پر تعصب اور تعسّف کا مظاہرہ کیا ہے۔ غور کیجیے۔

روضۂ نبوی کی زیارت کے لیے شدّ رحال حنبلی علماء کے نزدیک جائز نہیں۔ مسجد نبویؐ کی زیارت کا ارادہ کیا جائے اور اس کے ساتھ ضمنی طور پر روضۂ پاک کی زیارت کرے ـــــ یہ ابن تیمیہؒ اور ان کے ہم خیال علماء کا واضح مسلک ہے، اس لیے روضۂ پاک کی زیارت کے عدم جواز کا مفہوم شیخ محمد صاحب کی عبارت (مَنْ فَعَلَ بِنَبِيٍّ اَوْ وَلِيٍّ اَوْ قَبْرِهٖ) میں داخل ہوگا۔ لیکن مولانا شہید کی کتاب میں یہ موجود نہیں ہے کہ روضۂ نبوی کی زیارت کے مسئلہ میں مولانا شہید ابن تیمیہ کے مسلک پر ہیں، مولانا جیسا بے باک قلم انسان اگر ابن تیمیہؒ کے مسلک کو حق سمجھتا تو وہ واضح طور پر اس کا اعلان کرتا۔ لیکن مولانا نے کسی جگہ اس مسئلہ میں جمہور علماء کے خلاف کوئی لفظ نہیں لکھا تو پھر ان کی حسب ذیل عبارت میں روضۂ پاک کی بالقصد زیارت کے عدم جواز کو داخل کرنا کہاں کی علمی دیانت ہے ـــــ پھر مولانا زید کا دعویٰ یہ ہے کہ میں نے یہ کتاب تعصب

اور تعسّف کے بغیر لکھی ہے ـــــ

مولانا شہیدؒ کے الفاظ یہ ہیں ـــــ کسی کی سچی قبر یا جھوٹی قبر یا کسی کے تھان یا کسی کے چلے یا کسی کے مکان کو سجدہ کرے ـــــ یا ایسے مکانوں میں دور دور سے قصد کر کے جاوے ـــــ سو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے ؎

مولانا شہیدؒ کے ہم عمر اہل خاندان نے عبارت کے اسلوب میں فرق مراتب کا لحاظ نہ رکھنے کی تو شکایت کی اور چہاردہ سوالات کے جوابات آپ سے حاصل کر کے اختلافات کو دور کیا لیکن ان سوالات میں روضۂ نبوی کے بارے میں کوئی سوال شامل نہیں کیا ـــــ اس کا مطلب واضح ہے کہ آپ سے اختلاف رائے رکھنے والے ہم عصر علماء روضۂ پاک کی زیارت کے مسئلہ میں مولانا شہید کو جمہور علماء کے ساتھ سمجھتے تھے ـــــ

اس کے بعد بھی کسی بدزبان سے بدزبان بدعتی نے مولانا شہید پر ابن تیمیہؒ کے مسلک کی تائید کا الزام نہیں لگایا ـــ اور یہ الزام اگر کسی کی قلم سے نکلا تو وہ مولانا زید صاحب ہیں،

حلقۂ دیوبند کے ایک ذمہ دار بزرگ عالم حضرت مولانا خلیل احمدؒ سہارنپوری مہاجر مدنی نے لکھا ہے 'عندنا وعند مشائخنا زیارۃ قبر سید المرسلین قصداً وارادۃً من اعظم القربات ـــ بل قریب من الواجب' ہمارے بعد ہمارے مشائخ کے نزدیک قصد و ارادہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کے لیے جانا بہترین نیکی بلکہ واجب کے قریب ہے، (التصدیقات ص۵) یہی تصریح مولانا گنگوہی نے زبدۃ المناسک (ص۱۱۳) پر کی ہے اور مولانا حسین احمد مدنیؒ نے مکتوبات ج ۱ (ص۱۲۹) پر کی ہے۔ علماء دیوبند کے مشائخ شاہ ولی اللہؒ، شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ ہیں اور ان حضرات کا استدلال اس حدیث سے ہے۔

من جاءنی زائراً لا تحمله حاجة الا زیارتی کان حقاً علیّ ان اکون شفیعاً له یوم القیامة (وجز المسالک شرح موطا ص۳۶۲)

جو مسلمان میرے پاس آتے صرف میری زیارت کی غرض سے ۔ کسی اور ضرورت سے نہیں تو مجھ پر حق ہو جاتا ہے کہ قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں،

جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ حضرات انبیاء ؑ اپنی قبروں میں حیات ہیں زمین ان کے اجسام کو خراب نہیں کرتی (دیکھو ابو داؤد ج اصفحہ ۲۹۸ اور ابن ماجہ باب الصلوٰۃ صفحہ ۱۱۷) اس لیے حضرات انبیاء کی قبریں معروف معنی میں قبریں ضرور کہلاتی ہیں لیکن دراصل وہ ان حضرات کی آرام گاہیں ہیں، اور آرام گاہوں کا حکم شدّ رحال کی حدیث میں داخل نہیں ـــــ یہ صورت زندہ بزرگوں کی زیارت کے حکم میں داخل ہوگی ۔

قبر کا بوسہ تقویت الایمان کی اس عبارت (صفحہ ۱۴) میں جسے زید صاحب نے یکسانیت کی دلیل میں پیش کیا ہے بوسہ دینے کو شرک کہا گیا ہے اور چہاردہ سوال کے چھٹے سوال میں مولانا شہید کی طرف سے مولانا زید صاحب نے لکھا ہے کہ مولانا شہیدؒ بوسہ کو شرک قرار نہیں دیتے تھے، اور فرماتے تھے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور جس میں اختلافِ علماء ہو اسے شرک میں داخل نہیں کیا جا سکتا، (دیکھو زید صاحب کی کتاب صفحہ ۱۱۱)

اب تقویت الایمان کی عبارت اور فتوے کی عبارت کے درمیان تطبیق کی صورت یہ ہوگی کہ مولانا شہید نے اپنے چہاردہ سوالات کے جواب میں اس کی وضاحت کی ہے کہ تقویت الایمان میں صورت شرک اور مشابہ شرک کی باتوں پر شرک کا اطلاق تہدیداً اور ترہیب کے طور پر کیا گیا ہے ـــــ حقیقی شرک وہی ہوگا جس میں اعتقاد شرک بھی ہو ـــــ

اور مولانا مخصوص اللہ صاحب اور مولانا رشید الدین صاحب نے اس فتوے پر مولانا شہید کے دستخط کرا کر اسی مسئلہ کو صاف کیا ہے،

مولانا حسین احمد صاحبؒ مدنی کی تائید یہ خاکسار اس باب کی تحریر کے بعد سو گیا اور

خواب میں دیکھا کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب اور مولانا حسین احمد صاحبؒ مدنی کے درمیان میں بیٹھا ہوں اور ہم دعا کر رہے ہیں ۔ دعا میں میری آنکھیں آنسوؤں سے نم ہوگئیں، دعا ختم ہوگئی، مولانا مدنی نے میری طرف دیکھا، میں مسجد فتحپوری سے باہر آنے لگا اور دل میں یہ خیال آیا کہ میں نے مولانا سے مصافحہ کیوں نہیں کیا، اس پر مولانا مدنی پھر نمودار ہوگئے

مولانا کھادی کی بیدامی رنگ کی چادر اوڑھے ہوئے تھے

مولانا نے کرتا اتار کر اندر سے صدری اتاری اور مجھ سے کہا کہ اس میں روئی بھروادو، وہ صدری سبز رنگ کی ساٹن کی تھی، میں نے کہا آدھا سیر روئی بھروادوں اور مولانا اسعد صاحب کی طرف دیکھ کر کہا گھر میں نگندے پڑجائیں گے یا نگندے بھی ڈلوادوں تو مولانا مدنیؒ نے فرمایا کہ نگندے بھی ڈلوا دینا، میں کافی دیر تک روتا رہا اور اس خواب کی تعبیر میرے دل میں یہ آئی کہ مولانا مدنی نے اس مضمون کی تائید فرمائی ہے (۲۷ رجمادی الثانی ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۱ر مارچ ۱۹۸۲ء بروز ہفتہ) الحمد للہ اس کتاب کی ترتیب میں خاکسار کو حضرت مدنیؒ کے علاوہ مولانا سندھیؒ مولانا محمد میاںؒ اور دوسرے اکابر کی روحانی حوصلہ افزائی بھی حاصل رہی ہے،

شرک اکبر و اصغر کی سزائیں، چوتھی یکسانیت

مولانا سندھی کی تشریح

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الخ کی تفسیر کے تحت مولانا زید صاحب نے شیخ محمد اور مولانا شہیدؒ کے تصورات میں یکسانیت کا دعویٰ کیا ہے،

ہم اس سلسلہ میں اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے شاہ ولی اللہ اور انکے خاندان والوں کے علوم کی تشریح و تفسیر کی اتھارٹی مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی رائے نقل کرتے ہیں،

۵ مولانا شہید نے اپنی کتاب "تقویۃ الایمان" میں توسل فی الدعا، کو جائز اور شرک اصغر کے مرتکب کو کافر نہ مانتے ہوئے غیر مغفور قرار دیا ہے یہ دو اساسی مسئلے ہیں جو محمد بن عبد الوھاب کی کتاب التوحید کے منافی ہیں

"توسل فی الدعار" سے مراد یہ ہے مثلاً خدا تعالیٰ سے استدعا کی جائے بحرمت فلاں یا بہ حق فلاں کہکر، تو اس توسل کو ابن عبدالوہاب نہایت شدت سے ممنوع قرار دیتے ہیں، مولانا محمد اسمٰعیل کے ہاں یہ توسل ناجائز نہیں ہے، "تقویۃ الایمان" میں وہ اس کے جواز کی تصریح کرتے ہیں، لیکن یا شیخ عبدالقادر شیئاً" میں جہاں ذات الٰہی کو توسل کے درجہ پہ لایا گیا ہے، ہر دو کے ہاں ناجائز ہے' یہ ہے توسل فی الدعار کا مسئلہ جس میں ہر دو طرف ایک دوسرے کی نقیض ہیں"

شرک اصغر کا مسئلہ حسب ذیل ہے، آیت "اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ " کی تفسیر میں ہر دو کا اختلاف ہے۔ اس آیت کا ظاہری اقتضا یہی ہے کہ شرک غیر مغفور ہے۔ اور ماورا شرک دوسرے کبائر قابل مغفرت ہیں، یہ آیت کا ظاہری تقاضا ہے، اب شرک کا لفظ دو درجوں پر اطلاق ہوتا ہے، شرک اکبر، شرک اصغر ___ شرک اکبر تو یقیناً کفر ہے، کسی شخص کا اہل اسلام میں سے اسکا میں اختلاف نہیں۔ بیشک وہ غیر مغفور اور ابدی عذاب کا باعث ہے، شرک اصغر کو اہل علم کبائر میں شمار نہیں کرتے ___

محمد بن عبدالوہاب اس کو شرک اکبر سے ملاتے ہیں چونکہ نص میں عموم ہے اس لیے وہ اس تخصیص کی اجازت نہیں دیتے۔

چنانچہ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جو مسلمان شرک اصغر میں مبتلا ہے اس کا اسلام انکے ہاں مقبول نہیں ہے ___

مثلاً یا شیخ اور من احلف بغیر اللہ فقد اشرک وغیرہ امور یہاں عام اہل علم اور ابن عبدالوھابؒ کا اختلاف واضح ہوگیا،

مولانا شہیدؒ یہاں حکم کے طور پر ایک فیصلہ کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں، شرک اصغر کی بھی جس قدر سزا مقرر ہے، وہ مغفور نہیں ہوگی شرک اصغر کبائر میں شامل نہیں، اس کی سزا اس کے مرتکب کو ضروری خود بھگتنا پڑے گی، مگر وہ کفر کے برابر نہیں کہ ابدیت عذاب اس میں ثابت ہو، ابن عبدالوھاب آیت مذکورہ میں شرک کی تخصیص سے مانع تھے۔ ہم نے بھی اس کی تخصیص نہیں کی بلکہ اس کا عموم بہرحال رکھا۔ اور عموم بحال رکھ کر حکم میں جو اہل علم کا متفقہ مسئلہ ہے (صحابہ اور تابعین کے عہد سے لیکر) کہ شرک اکبر و اصغر میں فرق ہے اس کو قائم رکھا، مولانا اسمٰعیل اس تحقیق میں منفرد ہیں، مسلمانوں میں ہم نے اب تک کسی عالم کے کلام میں اس کے متعلق کوئی اشارہ نہیں دیکھا اور تقویت الایمان میں۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ الخ کے متعلق جو فائدہ لکھا، اس میں اس کی تشریح کر دی، ہم نے نجدی علماء کو لطافت سے اس پر متنبہ کیا۔ وہ سن کر حیران رہ گئے، پھر بھی انھوں نے اس پر بحث کرنا مناسب نہ سمجھا۔ کیوں کہ اس سے ان کے امام کی ساری اساس منہدم ہو جاتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ وہ مولانا شہید کی بات کا انکار بھی نہیں کر سکتے ہمارے سامنے انھوں نے اس بات پر کوئی انکار نہ کیا۔ اور مولانا شہید کی عظمت کا اعتراف کر لیا ہے

شفاعت کے مسئلہ میں یکسانیت

مولانا زید صاحب نے لکھا ہے افسوس صد افسوس کہ شفاعت مسئلہ میں بھی مولانا اسماعیل وہ سب کچھ لکھ گئے ہیں جو محمد ابن عبدالوہاب نے ا[پنے] رسالہ میں لکھا ہے (ص۶۵)

بندہ عرض کرتا ہے کہ افسوس ہزار افسوس کہ ناقد صاحب نے اس مسئلہ بھی علم و تحقیق کی عینک سے نہیں پڑھا، اور مذکورہ دعویٰ پیش کر دیا ہے

شیخ محمد لکھتے ہیں ـــــ فتلك الشفاعة لاھل الاخلاص باذن الله ولا تکون لمن اشرك بالله (مجموعۃ التوحید ص۸۷)

یعنی یہ شفاعت باذن اللہ ـــــ خدا تعالیٰ کی اجازت اور رضامندی سے اہل توحید کو حاصل ہو گی اور اہل شرک اس سے محروم رہیں گے ۔ مولانا شہیدؒ نے اس مسئلہ میں جو کچھ فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی جناب میں شفاعت بالجبر (دباؤ والی سفارش) نہیں چل سکتی، محبوب کی محبت کا دباؤ اور طاقت ور کی طاقت کا دباؤ ـــــ دنیا کے حاکموں پر چلتا ہے' یہ دنیا والے محبوب اور معشوق کے بگڑنے سے ڈرتے ہیں اور طاقت ور کی بغاوت سے گھبراتے ہیں لیکن خداوند عالم اس قسم کی کمزوری سے پاک ہے، اس کی جناب میں اگر سفارش چلتی ہے تو وہ شفاعت بالاذن اور سفارش بالرضا ہے،

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (آیۃ الکرسی) کون ہے جو اس کی جناب میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے،

شاہ شہیدؒ شفاعت بالاذن کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

"تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر چوری تو ثابت ہو گئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں بنایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہو گیا سو اس پر وہ شرمندہ ہے

یہ حال دیکھ کر بادشاہ کو اس پر رحم آگیا، مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگذر نہیں کرتا کہ کہیں آئین کی قدر نہ گھٹ جائے سو کوئی امیر وزیر اسکی مرضی پاکر اس تقصیر دار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے۔ اس کو شفاعت بالاذن کہتے ہیں' ـــ اور اللہ کی جناب میں اس قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے، قرآن کریم میں جس شفاعت کا ذکر ہے وہ یہی شفاعت ہے (تقویت ص۲۵)

شاہ صاحب نے صاف کر دیا کہ جو شخص گناہ گار اور مجرم ہے مگر باغی

نہیں ہے ــــ شرمندہ ہے ــــ گناہ پر جری نہیں ہے ــــ ایسے مجرم کے حق میں سفارش قبول کی جائے گی ــــ

شاہ صاحب نے شفاعت کی ساری بحث میں کسی ایک جگہ بھی شرک کا لفظ استعمال نہیں کیا، قصوروار کا ذکر کیا ہے ــــ کیوں کہ شرک جلی کا مجرم کسی طرح توبہ کے بغیر معافی کے قابل نہیں ــــ

اور شیخ محمد کے نزدیک مطلق شرک ــــ جلی ہو یا خفی ــــ قابل معافی نہیں۔ اس لیے اس کے حق میں کسی کی سفارش نہ ہوگی اور نہ قبول کی جائے گی۔

دونوں عالموں کے نزدیک شفاعت کے مسئلہ میں کھلا فرق ہے ــــ مولانا شہید کے نزدیک شرک خفی ابدی سزا کے قابل نہیں، اس لیے شفاعت سے معاف کیا جا سکتا ہے، اس کا حکم ایک شرمندہ چور کا ہے ــــ باغی کا نہیں۔

مولانا احمد رضا خاںؒ کے نزدیک شفاعت

مولانا احمد رضا خاںؒ صاحب کے مرید اور شاگرد مولانا نعیم الدین صاحبؒ مراد آبادی آیت الکرسی کے حاشیہ نمبر (۱۰) پر لکھتے ہیں۔

"کفار کے لیے شفاعت نہیں" اللہ کے حضور ماذونین (جنھیں اجازت حاصل ہوگی) کے سوا کوئی شفاعت نہیں کر سکتا اور اذن والے انبیاء اولیا اور ملائکہ مؤمنین ہیں معلوم ہوا کہ شفاعت بالاذن امت کا متفقہ عقیدہ ہے (کنزالایمان ص۶۹)

شاہ شہیدؒ نے شفاعت کی تشریح میں اپنے دادا جان حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تشریحات کو سامنے رکھا ہے، شاہ ولی اللہؒ نے الفوز الکبیر میں لکھا ہے کہ مشرکین عرب اپنے فرضی دیوتاؤں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ خدا تعالیٰ انکی سفارش قبول کرتا ہے، اگرچہ وہ خود راضی نہ ہو، جیسے دنیوی حکام اپنے بڑے سرداروں کی بات نہیں ٹالتے ص۶

مولانا زید صاحب کے لیے شاہ عبدالقادرؒ صاحب کی تشریح سند کا درجہ

رکھتی ہے، شاہ صاحب نے شفاعت پر یہ لکھا ہے۔

آیت المائدہ (۱۰۹) يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ الخ
الخ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔

"یہ اللہ صاحب پوچھے گا کافروں کے سنانے کو کہ ہیں نے تم کو جنکی
طرف بھیجا تھا انھوں نے قبول کیا یا نہ کیا اور پیغمبر حوالہ رکھیں گے
اللہ کے علم پر کہ ہم کو دل کی خبر نہیں ظاہر کی ہے،
یہ ان کو سنایا جو مغرور ہیں پیغمبروں کی شفاعت پر تا معلوم کریں
کہ اللہ کے آگے کوئی کسی کے دل پر گواہی نہیں دیتا اور کوئی کسی کی
شفاعت نہیں کرتا"

شاہ صاحب سورہ شوریٰ (۴۴) کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔

"یعنی نبی پیغام پہنچاتا ہے اور بندوں کو ساری معاملت اپنے رب سے ہے"

شفاعت کے بارے میں حنبلی علمار اور اصحاب ظواہر، علامہ ابن تیمیہؒ اور ان
کے رفقار اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

توسل کے بارے میں

شفاعت کے ساتھ توسل کا مسئلہ بھی جڑا ہوا ہے
مولانا شہیدؒ نے وسیلہ کے متعلق لکھا ہے۔

کچھ لوگ یوں پڑھتے ہیں، یا شیخ عبدالقادر شیأ للّٰہ یعنی لے شیخ
عبدالقادر کچھ دو تم اللہ کے واسطے' یہ لفظ نہ کہنا چاہئے، ہاں
اگر یوں کہے کہ یا اللہ کچھ دے شیخ عبدالقادر کے واسطے تو بجا ہے
غرضیکہ ایسا لفظ منھ سے نہ نکالے جس سے کچھ بوئے شرک کی یا بے
ادبی کی آوے کہ اس کی بڑی شان ہے اور وہ بڑا بے پرواہ بادشاہ
ہے، ایک نکتہ میں پکڑ لیتا ہے (ص۶۳)

تیسری یکسانیت

مولانا زید صاحب لکھتے ہیں۔ تقویت الایمان میں ہے
"بیچ فرمایا اللہ صاحب نے سورۂ یوسف میں۔

- وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْن

- ترجمہ - اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں۔ (ص۱۹)

مولانا (اسماعیل صاحبؒ) نے ایمان کا ترجمہ اسلام سے کیا ہے لہذا اللہ کا ترجمہ نہیں کیا ــــ آگے فرماتے ہیں

" مولانا اسماعیل نے محمد ابن عبدالوہاب کی پیروی کی اور وہی لکھ گئے جو اس نے لکھا تھا اور اس آیت کو مومنوں پر چپکا دیا، اور اس کی وجہ سے ترجمہ میں ناجائز تصرف کرنا پڑا، (ص۱۹)

افسوس ہے کہ مولانا زید صاحب کا یہ اعتراض چپکتا ہوا نہیں ہے ــــ بالکل اکھڑا ہوا ہے اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ حضرت شہیدؒ نے اس آیت کا مفہوم بیان فرمایا ہے ــــ لفظی ترجمہ نہیں کیا، اس لیے اگر لفظ اللہ مفہوم میں نہیں آسکا تو کوئی نقص کی بات نہیں ــــ آیت پاک کا جو مفہوم اور اس کی جو مراد ہے۔ وہ شاہ صاحب نے پوری واضح کردی ہے،

اس کی مثالیں شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ کے ہاں بھی موجود ہیں۔ صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔

وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا (اعراف ۱۴۹) اور جب پچتائے اور سمجھے کہ ہم بہکے

اس ترجمہ میں نہ لفظ سُقِطَ کا ترجمہ آیا اور نہ اَيْدِيْهِمْ کا ترجمہ ہوا، یعنی جب وہ گر گیا اپنے ہاتھوں میں ــــ یہ ہے اس کا لفظی ترجمہ ــــ چونکہ سقوطِ بد ایک عربی محاورہ ہے اور محاورہ کا لفظی ترجمہ مراد نہیں ہوتا بلکہ مفہوم مراد ہوتا ہے اس لیے شاہ صاحب نے مراد کی مفہوم بیان فرمایا ہے۔

سورہ یوسف کی آیت بالا میں (یؤمنون) کے ایمان سے شرعی ایمان مراد نہیں ــــ بلکہ مشرکین عرب کا وہ دعوئ ایمان مراد ہے جس میں صرف خدا کی ہستی کو تسلیم کرنا ہے ــــ نہ کہ خدا کو بطور خدائے واحد کے تسلیم کرنا اور

اس کا اقرار کرنا ـــــ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں،

من یمانھم انھم اذا قیل لھم من خلق السموٰت ومن خلق الارض ومن خلق الجبال ؟ قالوا اللہ وھم مشرکون بہ (ابن کثیر ج۲ ص۴۹۴)	مشرکین عرب کے ایمان سے یہ مراد ہے کہ جب ان سے سوال کیا جاتا ہے کہ آسمان وزمین کا خالق کون ہے تو وہ کہتے ہیں ـــ اللہ ـــ حالانکہ وہ اسکے ساتھ شرک کرتے ہیں ۔

اسی وجہ سے شاہ عبدالقادر صاحب نے اپنے ترجمہ میں ایمان کا لغوی ترجمہ کیا ـــ اصطلاحی ترجمہ نہیں کیا ـــ فرماتے ہیں ۔

" اور یقین نہیں لاتے بہت لوگ اللہ پر مگر ساتھ شریک بھی کرتے ہیں "

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت کا نزول مشرکین مکہ کے مشرکانہ لبیک کے سلسلہ میں ہوا ہے ـــ وہ اس طرح لبیک کہتے تھے،

لبیك اللھم لبیك لا شریك لك لبیك الا شریکا ھو لك تملکه وما ملك (صحیحین)	اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک ہے جس کا تو مالک ہے اور اس کی سب چیزوں کا بھی مالک ہے ۔

یعنی مشرکین عرب خدا کو اکیلا خالق تو مانتے تھے لیکن اکیلا مالک ومختار نہیں مانتے تھے اور کہتے تھے خدا نے خود کچھ ہستیوں کو اپنے ساتھ مالک مقرر کرلیا ہے. یہ اصلی مالک نہیں ہیں ۔عطائی مالک ہیں ـــ اصلی مالک خدا ہے ۔

بریلوی اہل بدعت نے مشرکین کے اسی تصور باطل کو ذاتی اور عطائی کے فلسفہ میں ڈھال لیا ہے ـــ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے لبیک والے پہلے تین جملوں پر یہ فرماتے. " قط قط ـــ لاتزیدوا علی ہذا ـــ بس بس، اس سے زیادہ نہ کرو ۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ـــ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ـــ شرک بہت بڑا ظلم ہے (ابن کثیر سورہ یوسف)

یہ ہے ایمان کے ساتھ شرک کرنے کی صورت ـــــ

مولانا زید صاحب اس پر فرماتے ہیں کہ ـــ مولانا محمد اسماعیل نے اس آیت کو جو کافروں کے بارے میں اتری ہے مسلمانوں پر چپکا دیا اور پھر لکھا ہے کہ یہ طریقہ خوارج کا تھا یعنی وہ لوگ شان نزول کے خلاف کفار سے متعلق آیات کو مسلمانوں پر لگا دیا کرتے تھے ـــ (بحوالہ اصول الفقہ ص ۲۱۱)

یہ مسئلہ دراصل اصول تفسیر کا ہے

علامہ سیوطی نے اتقان میں اس مسئلہ کی وضاحت کی ہے،

قال الزرکشی فی البرهان قد عرف من عادة الصحابة والتابعین الخ

امام زرکشی نے برہان میں لکھا ہے کہ حضرات صحابہ اور تابعین کی عام عادت یہ تھی کہ وہ فرماتے تھے ۔ فلاں آیت فلاں واقعہ میں نازل ہوئی ہے اور اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ آیت فلاں حکم پر مشتمل ہے یہ مطلب نہیں ہوتا تھا کہ وہ اس کے نزول کا سبب ہے، پس وہ ایک قسم کا استدلال ہوتا تھا ۔

علمائے تفسیر کے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ جو آیات خاص واقعات کے بارے میں نازل ہوئی ہیں انھیں حکم کی مناسبت سے دوسرے حالات تک وسیع کیا جا سکتا ہے جیسے ظہار کی آیت سلمہ ابن صخر اور لعان کی آیت ہلال ابن امیہ کے بارے میں نازل ہوئی پھر ان آیات کا حکم عام کر دیا گیا ہے' آگے فرماتے ہیں۔

اہل تفسیر کی اصطلاح میں ـ نزلت هذه الآية فی کذا ـ کا مطلب کبھی یہ ہوتا ہے کہ یہ اس کا شان نزول ہے اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ یہ حکم اس آیت میں داخل ہے (الاتقان مصری ص ۳۱-۳۲)

حاصل یہ کہ ـــ العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب ـــ نصوص میں عموم لفظ کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا ـــ

علامہ زمخشری نے کشاف میں سورۃ ہمزہ کی تفسیر کے تحت لکھا ہے کہ

" یہ بات جائز ہے کہ ایک آیت کا سبب نزول خاص ہو مگر اسکی وعید

عام ہو اور ہر شخص جو اس گناہ کا ارتکاب کرتا ہے وہ اس میں شامل ہے۔

البتہ امام سیوطی نے یہ بات بھی صاف کر دی ہے کہ اگر کوئی دوسری دلیل موجود ہو جو آیت کے لفظی عموم کو خاص کر دے تو پھر وہ خاص رہے گی، جیسے ۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ (الانعام ۸۲) ـــــ میں حضرات صحابہ نے لفظ ظلم کے مفہوم عام کے مطابق آیت کا مطلب لیا، مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کی تشریح شرک کے لفظ سے فرما کر اسے خاص کر دیا۔

خوارج کی گمراہی یہ تھی کہ وہ نزولاً اور معناً خاص آیات کو بے محل استعمال کرتے تھے ـــــ حضرت ابن عمرؓ نے اسی بات کی مذمت فرمائی ـــــ

اب غور کیجیے کہ کیا مولانا شہیدؒ نے آیت یوسف کے معنوی عموم کے مطابق اس میں شرک کا ارتکاب کرنے والے مسلمانوں کو داخل کر کے کوئی گناہ کیا ہے ۔ ؟ ـــــ

جس گھر سے تفسیر کا علم پھیلا ہو اور جس ہستی نے مفسرِ اعظم شاہ عبدالقادرؒ کے سامنے زانوئے ادب طے کیا ہو اس کے بارے میں جناب فاروقی صاحب کو ہزار بار سوچ کر یہ لکھنا چاہیئے تھا کہ ـــــ مولانا اسماعیل نے (اس آیت میں مسلمانوں کو داخل کر کے) محمد ابن عبدالوہاب کی پیروی کی ـــــ (صفحہ ۶۱)

آیئے اب غور کریں کہ مولانا شہیدؒ نے اس آیت کی تفسیر میں محمد ابن عبدالوھاب کی پیروی کی ہے یا حضرات صحابہ وتابعین کی پیروی کی ہے۔

حضرت حذیفہ رضؓ کی تفسیر

مولانا اسماعیل شہیدؒ پر آیت یوسف کو مسلمانوں پر چپکانے کا الزام لگایا گیا ہے کیا مولانا شہیدؒ کو مسلمانوں سے کوئی ضد تھی ـــــ ؟ ـــــ

غور کیجیے ـــــ حضرت حذیفہ رضؓ مشہور صحابی ہیں، حضرات صحابہ میں ان کا لقب صاحب سرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا ۔ یہ حضور کے رازدار تھے ـــــ آپ نے اس آیت کی کیا تفسیر کی ہے، ؟ ـــــ

حضرت حذیفہؓ ایک مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور انھوں نے اس کے بازو پر تعویذ بندھا ہوا دیکھا تو اسے توڑ دیا اور پھر یہی آیت تلاوت کی فَرَأَىٰ فِي عَضُدِهٖ سَيْرًا فَقَطَعَهٗ ثم قال وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُم الخ (ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ ج ۲ ص ۴۹۴) حضرت حذیفہؓ نے بازو پر بندھے تعویذی دھاگے پر شرک کا فتویٰ لگایا۔

علماء حدیث کے ہاں یہ اصول طے شدہ ہے کہ کوئی صحابی کسی معاملہ میں جائز اور ناجائز کا فتویٰ اس وقت تک نہیں لگاتا جب تک کہ اس کے سامنے رسول پاکؐ کا کوئی قول یا فعل نہ ہو۔

چنانچہ حضرت حذیفہؓ کا یہ فتویٰ جس حدیث کی روشنی میں صادر ہوا وہ حسب ذیل ہے ۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی اہلیہ زینبؓ فرماتی ہیں کہ عبداللہ ابن مسعودؓ نے میرے گلے میں ایک تعویذی دھاگا لٹکا دیکھا اور اسے توڑ کر پھینک دیا۔ پھر فرمایا" انتم ال عبد الله لاغنياء من الشرك — تم عبداللہ کے گھر والے شرک کی باتوں سے بے نیاز ہو۔ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا اِنَّ الرُّقٰى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ ——— جھاڑ پھونک، تعویذ اور محبت کا تعویذ شرک ہیں (مشکوٰۃ ص ۳۸۹ بحوالہ ابوداؤد)

امام احمد ابن حنبل اور ان کے متبعین لفظ شرک سے شرک جلی (شرک کا فرد کامل) مراد لیتے ہیں — اور قرآن کریم کی آیت اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ (النساء) کے تحت اسے ناقابل معافی گناہ قرار دیتے ہیں — اور علماء احناف تفصیل کرتے ہیں کہ اگر تعویذ میں مشرکانہ منتر شامل ہے تب تو اس کا حکم شرک اکبر اور شرک جلی کا ہے اور اگر پاک اور متبرک کلمات کا تعویذ ہے تو پھر وہ شرک کے حکم میں نہیں ہے۔

عام علماء احناف کے نزدیک حضورؐ نے عہد جاہلیت کے تعویذوں پر شرک

کا اطلاق کیا ہے ـــــ علماء ظاہر الفاظ کے عموم پر حکم لگاتے ہیں، وہ دعاء یہ ہے اذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا تُغَادِرُ سُقْمًا ـــــ

امام حسن بصریؒ کی تفسیر

امام حسن بصریؒ آیت مذکورہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس منافق کے متعلق ہے جو لوگوں کے دکھاوے کے لیے عمل کرتا ہے اور وہ اپنے عمل سے شرک کا مرتکب ہے ـــــ وھو مشرك بعملہ ـــــ یعنی عملی منافق ہے۔

امام حسن بصریؒ نے عملی منافق (ریاکار) پر اس آیت کا اطلاق کیوں کیا؟ کیا یہ امام صاحب کا اپنا اجتہاد تھا۔؟ ـــــ نہیں۔ بلکہ آپ کے سامنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پاک تھی۔

اِنَّ اَخْوَفُ مَا اخاف عَلَیْکُمُ الشرك الاصغر قالوا وما الشرك الاصغر یا رسول اللہ۔؟ ـــــ قال: الریاء (ابن کثیر بحوالہ امام احمدرح)

میں تمہاری طرف سے سب سے زیادہ شرک اصغر (چھوٹے شرک) سے ڈرتا ہوں لوگوں نے پوچھا، وہ کیا ہے۔؟ فرمایا، ریاکاری کے طور پر عمل نیک کرنا۔

ایک حدیث میں اس کی برائی کو تشبیہ دے کر بیان فرمایا

الشرك اخفیٰ فیکم من دبیب النمل، — شرک تم میں اتنا خاموشی کے ساتھ آتا ہے جس طرح چیونٹی چلتی ہے اور ذرا سکی آواز تک نہیں آتی۔

مفسرین کی تشریحات

صاحب روح المعانی علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ جو لکھتے ہیں۔

فلذا یقال نظراً الیٰ مفهوم الاٰیة انه من یندارج فیهم کل من اقرّ — آیت کے مفہوم پر نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاتا ہے کہ ہر وہ شخص جو خدا کی خالقیت

باالله تعالیٰ وخالقیته مثلاً وکان مرتکبا ما یعد شرا کاً کیف ما کان (ج ۱۳ ص۲۶)	کا اقرار کرے اور وہ کسی قسم کے شرک میں بھی مبتلا ہو وہ اس آیت میں داخل ہوگا۔
ومن اولئك عبدة القبور الناذرون لها المعتقدون للنفع والضر	اور اس قسم کے لوگوں میں وہ بھی داخل ہیں جو مزارات کے پرستار ہیں اور ان کی نذریں مانتے ہیں اور ان سے نفع پہنچنے اور نقصان سے

بچنے کا اعتقاد رکھتے ہیں،

قاضی ثناء اللہ صاحبؒ پانی پتی نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت مسلمانو کے فرقہ —— قدریہ —— کو داخل کیا ہے اور ایمان سے ایمانِ لسانی مراد ہے (مظہری ج ۵ ص۲۴۷)

محدث ابن کثیر آٹھویں صدی ہجری کے آخر میں اس آیت کی تفسیر کے تحت صحابہ وتابعین کے مستند اقوال کی روشنی میں مبتلائے شرک مسلمانوں کو اس آیت کی وعید میں داخل کر رہے ہیں۔

کیا مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ کے سامنے یہ تفسیر نہ تھی —— صحابہ اور تابعین کے یہ اقوال نہ تھے، ؟ ——

پھر یہ کیوں تسلیم نہیں کیا جاتا کہ مولانا شہید نے ان اقوال صحابہ اور تابعین کرام کی پیروی میں آیت بالا کا وہ مطلب لکھا جس پر بدعت پسند حلقوں میں کہرام مچ گیا محمد ابن عبد الوہابؒ متوفی ۱۲۰۶ھ مطابق ۱۷۹۲ء سے چار سو سال پہلے اس آیت کی وہ تفسیر موجود تھی جسے متاخرین علماء نے اختیار کیا،

صاحب روح المعانی کا عہد تیرھویں صدی کا آخر ہے جس صدی میں مسلمانوں کے اندر بدعات ومنکرات کا دور دورہ تھا، اس لیے انھوں نے قبر پرستوں کو اس آیت کے تحت داخل کر کے انہیں متنبہ کیا۔

اصنام پرستوں کی مذمت میں قبر پرستوں کو شامل کرنے کی ایک مثال شاہ
عبدالقادر صاحب رح کے ہاں بھی ملتی ہے ـــــ مولانا فاروقی صاحب شاہ
عبدالقادر صاحب کی قرآن فہمی کو تسلیم کرتے ہیں اور بڑی تعریف کرتے ہیں اس
لیے میں شاہ صاحب کی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

سورۃ النحل (۲۱) میں ہے

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ	اور جن کو پکارتے ہیں اللہ کے سوا کچھ
لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ	پیدا نہیں کرتے اور آپ پیدا ہوتے
أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ	ہیں مردے ہیں جن میں جی نہیں۔

تمام مفسرین نے اس آیت کا مصداق اصنام پرستوں کو قرار دیا ہے لیکن
شاہ عبدالقادر صاحب ایسے ہیں جو مردہ پرستوں کو بھی اس میں شامل کرتے
ہیں ـــ مردہ پرستوں میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی ـــ شرک کی یہ قسم
دونوں میں نظر آتی ہے ـــــ چنانچہ فرماتے ہیں۔
"شاید یہ ان کو فرمایا جو مرے بزرگوں کو پوجتے ہیں"
شاہ صاحب نے لفظ اموات (مردے) کے حقیقی معنی پر نظر کرکے
احتمال پیدا کیا ہے، مردہ اس جاندار چیز کو کہتے ہیں جس کے اندر جان نہ رہے،
بے جان مخلوق (نباتات وجمادات) پر اموات کا اطلاق مجاز ہے، قرآن
مجازی معنی کا اعتبار کیا ہے۔
مولانا زید صاحب قبلہ کے پہلے اعتراض کی حقیقت آپ کے سامنے ہے۔
اسی طرح موصوف کے (۶) اعتراضات کا حال ہے ـــــ
یہ وہ پرانے مسائل ہیں جن پر پچھلے دو سو برس کے اندر سینکڑوں کتابیں
لکھی جا چکی ہیں اور راقم السطور نے فرقہ مبتدعہ کے امام مولانا احمد رضا خاں صاحب
بریلوی پر جو علمی تجزیہ لکھا ہے اس میں ان جملہ نزاعی مسائل پر شافی بحث کی ہے۔
یہاں اسے دوہرانے کی ضرورت نہیں، ناظرین کتاب مذکور کا مطالعہ کریں۔

قرآن مشکل ہے یا آسان۔؟

مولانا زید صاحب نے مولانا شہید کی شخصیت کو مجروح کرنے کے شوق میں ایک لایعنی اور فضول بحث یہ چھیڑی ہے کہ مولانا شہیدؒ نے قرآن کریم کو آسان اور سہل لکھدیا ہے ـــــ حالانکہ زید صاحب کے نزدیک قرآن کریم ایک مشکل کتاب ہے ـــ اس بحث کا پس منظر یہ ہے کہ ہندوستان میں حضرات صوفیاء کے ذریعہ اسلام پھیلا اور عام مسلمانوں کے اندر انہی صوفیاء کے اقوال و ملفوظات کے ذریعہ اسلامی عقائد کی اشاعت ہوئی ـــ روزہ نماز کے مسائل کے لیے فقہ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا جاتا رہا ـــــ

براہِ راست قرآن و حدیث کے مطالعہ سے مسلمانوں کا کوئی واسطہ قائم نہ ہوا ـــ بلکہ لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اسے کون سمجھ سکتا ہے اسی وجہ سے لوگوں نے حضرات صوفیاء کے ذریعہ اسلام قبول تو کیا لیکن ان کے اندر سے قدیم مشرکانہ خیالات اور فاسد رسمیں دور نہ ہو سکیں ـــــ یہ خوبی صرف قرآن کریم کے اندازِ تبلیغ میں ہے کہ وہ امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر بھی کرتا ہے ـــــ صوفیائے کرام نے آسانی کے لیے صرف فضائلِ اعمال کے ذریعہ تبلیغ کی نظام الدین کی تبلیغی جماعت کا طریقۂ کار بھی یہی ہے

ہندوستان میں داعیانِ اسلام کی آمد اگرچہ دوسری ہجری میں شروع ہو چکی تھی لیکن اسلام کی اشاعتِ عام کا سلسلہ ساتویں صدی ہجری میں شروع ہوا جب تاتاری فتنہ کے سبب صوفیاء کرام کا رخ ادھر ہوا اور یہ پاکیزہ نفس گروہ بارانِ رحمت کی طرح اس خشک سرزمین پر اپنا فیض برسانے لگا۔

ساتویں صدی سے چار سو سال ہندوستانی مسلمانوں پر ایسے گذرے جن میں صوفیانہ اقوال اور تصوف کی کتابوں کے سوا مسلمانوں کے سامنے کچھ نہ تھا گیارہویں صدی میں کہیں جا کر شاہ عبدالحق صاحبؒ محدث دہلوی بخارا سے حدیث لیکر ہندوستان تشریف لائے ـ اور پھر اس کے سو برس کے بعد شاہ ولی اللہ

اور ان کے صاحب زادوں نے ہندوستان میں قرآن فہمی کی تحریک شروع کی۔ جس کی وجہ سے شاہ ولی اللہ پر گمراہ صوفیوں نے یہ فتویٰ لگایا کہ شاہ صاحب نے فارسی میں قرآنِ کریم کا ترجمہ کرکے امت کو گمراہی میں ڈال دیا۔ اور اس کی سزا میں شاہ صاحب کو فتحپوری مسجد میں زدوکوب کیا گیا۔

مولانا شہید رح نے اپنے خاندان کی اس تحریک کو فروغ دیا اور تقویت الایمان میں یہ لکھا "قرآن مجید میں بہت باتیں صاف صریح ہیں ان کا سمجھنا مشکل نہیں"

سورۂ قمر میں چار جگہ قرآن نے یہ کہا ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ (۱۷)	اور ہم نے قرآن کو آسان کر دیا ہے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے، پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا،

قرآن کریم کا مطلب یہ ہے کہ نیکی کا پیغام حاصل کرنے اور خدا اور آخرت کا یقین پیدا کرنے کے لیے قرآن کریم ایک آسان اور سہل کتاب ہے، اہلِ زبان براہِ راست اور عجمی لوگ ترجمہ و تشریح کی مدد سے قرآن کریم کے ذریعہ نصیحت حاصل کر سکتے ہیں، اس میں کوئی دشواری نہیں ــــ

یہ آیت القمر میں چار جگہ ہے ــ البتہ قرآن کریم ادب و بلاغت کی ایک معیاری کتاب ہے اور ساتھ ہی قانون و دستور کا اہم ترین مجموعہ ہے ــ اس لیے قرآن کے ادب و علوم کی گہرائی تک پہنچنا عوام کے بس کا کام نہیں ــ یہ علماء کا کام ہے اور خواص ہی اس کی تہ تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔

عام لوگوں میں گمراہ صوفیوں نے قرآن کریم کو ایک دشوار ترین کراماتی کتاب قرار دے رکھا تھا۔ اس لیے لوگ قرآن کریم کے لفظوں کی تلاوت کر کے اسے جزدان کے اندر لپیٹ کر رکھ دیا کرتے تھے۔

شاہ ولی اللہ رح نے اپنے ترجمہ کے فارسی مقدمہ میں عام مسلمانوں کو قرآن کریم پر غور و فکر کرنے کی دعوت دیتے ہوئے لکھا کہ یہی وہ کتاب حکیم

ہے جس کے پڑھنے سے بچوں، بچیوں اور کم علم لوگوں میں فطری سلامتی قائم رہتی ہے
اور اگر ماحول کے برے اثرات مسلمان کو برائیوں کی طرف کھینچ کر لے جاتے
ہیں تو پھر بھی قرآن کریم کے ترجمہ کی برکت سے مسلمان کو توبہ کی توفیق نصیب
ہو جاتی ہے ۔" (مقدمہ فتح الرحمان)

مولانا شہید نے تقویت الایمان میں لکھا ہے ۔
"قرآن مجید کی بہت باتیں صاف صریح ہیں، ان کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔"
شاہ صاحب تمام قرآن کو آسان نہیں فرما رہے ۔ دعوت و تبلیغ اور وعظ
و نصیحت والے حصہ کو جو قرآن کا اکثر حصہ ہے، اسے آسان فرما رہے ہیں ۔

مولانا زید صاحب نے حضرت شہید رح پر اعتراض جڑنے کیلئے تقویت الایمان
کی عبارت میں تحریف کر کے اسے اس طرح نقل کیا ۔
"قرآن مجید کی باتیں بہت صاف صریح ہیں" ایک طالب علم بھی
سمجھ سکتا ہے کہ "بہت باتیں صاف صریح ۔۔۔" اور باتیں بہت
صاف صریح" ان دونوں عبارتوں میں کتنا فرق ہے ۔۔۔۔
کیا تعصب اور تعسف کے سر پہ سینگھ ہوتے ہیں ۔۔۔ ؟

شاہ عبدالقادر صاحب رح نے اپنے مقدمہ میں قرآن کریم کے مشکل ہونے کا اعلان
نہیں کیا صرف یہ لکھا ہے کہ ۔
"ہر چند ہندوستانیوں کو معنی قرآن اس (ترجمہ) سے آسان ہوئے
لیکن استاد سے سند کرنا لازم ہے ۔"
یعنی قرآن کریم کے مطالب کی گہرائی تک رسائی حاصل کرنے کے لیے استاد
کی ضرورت ہے ۔

ورنہ قرآن کا پیغام توحید و آخرت ترجمۂ قرآن کی مدد سے آسانی
کے ساتھ سمجھا جا سکتا ہے ۔

کریہہ اور سخت الفاظ کا موقع و محل

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے الفوز الکبیر میں لکھا ہے کہ قرآن کریم نے شرک کو باطل کرنے کے لیے یہ اسلوب اختیار کیا ہے کہ — عدم انتسادی بین مولاء و بینہ تبارک وتعالیٰ ۔ (ص۳) خدا وند عالم اور اس کی مخلوق کے درمیان نابرابری پر مختلف پہلوؤں سے زور دیا ہے یعنی شرک کی اصل وجہ یہ ہے کہ مشرکین کی نظر میں بعض چیزیں اور بعض ہستیاں عظمت و اختیار میں خدا تعالیٰ کے برابر ہیں — اس برابری کے تصور کو توڑنے کے لیے قرآن کریم خدا کے مقابلہ میں تمام مخلوق کے حقیر ہونے اور خدا کے عظیم ہونے پر عقلی دلائل اور شاہداتی دلائل پیش کرتا ہے — اس کی ایک مثال یہ ہے

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم قل فمن یملک من اللہ شیئاً ان اراد ان یھلک المسیح ابن مریم و امہ و من فی الارض جمیعا وللہ ملک السموات والارض وما بینھما یخلق ما یشاء

(المائدہ ۱۷)

بے شک جنھوں نے مسیح ابن مریم کو اللہ قرار دیا وہ کافر ہیں۔ تم کہو کہ خدا کے مقابلہ میں کس کا بس چلتا ہے اگر وہ مسیح اور ان کی ماں کو ہلاک کرنا چاہے اور تمام روئے زمین والوں کو — اور آسمان و زمین کی سلطنت خدا ہی کے لیے ہے اور جو ان کے درمیان میں ہے، وہ پیدا کرتا ہے جو چاہے،

اس پر شاہ عبد القادر صاحبؒ لکھتے ہیں — اللہ صاحب کسی جگہ نبیوں کے حق میں ایسی (سخت) بات فرماتے ہیں تا ان کی امت ان کو بندگی کی حد سے زیادہ نہ چڑھا دیں ۔ ورنہ نبی اس لائق کاہے کو ہے،

قرآن کریم کے اسی اسلوب کی پیروی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ یہ اعلان فرماتے تھے ـــــ انا عبدہٗ ورسولہٗ ۔ لا تقولو ما شآء اللہ وما شآء محمد بل ماشآء اللہ وحدہٗ

ــــــــ

مولانا زید صاحب نے تقویۃ الایمان کے بعض سخت فقرے نقل کئے ہیں، جن کی سختی کا مولانا شہید کو خود اعتراف تھا لیکن مولانا کے سامنے خدا وند قدوس کی الوہیت کا جو مذاق اڑایا جارہا تھا یہ شدت اسی کا ردّ عمل تھا ـــــ اور اسلوب قرآنی کی پیروی تھی اور اسی پس منظر میں ان فقروں کی شدت کو دیکھنا چاہئے، اور یہی وہ سخت فقرے ہیں جن کے بارے ہیں بعض تذکرہ نگاروں نے یہ کہاہے کہ مولانا کو بدنام کرنے کے لیے یہ فقرے بڑھائے گئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

بہرحال مولانا شہید کی آنکھوں کے سامنے شانِ الوہیت کی جو توہین ہورہی تھی وہ اسے خود نقل کرتے ہیں۔

"پھر کیا کہیئے ان لوگوں کو کہ اس مالک الملک سے ایک بھائی بندی کا رشتہ یا دوستی آشنائی کا سا علاقہ سمجھ کر کیا بڑ بڑ کر باتیں کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے' میں نے اپنے رب کو کوڑی کو مول لیا' اور کوئی کہتا ہے' میں اپنے رب سے دو سال بڑا ہوں' کوئی کہتا ہے' اگر میرا رب میرے پیر کے سوا کسی اور صورت میں ظاہر ہو تو ہرگز اسکو نہ دیکھوں اور کسی نے یہ بیت کہی ہے ؎

دل از مہر محمد ریش دارم   رقابت با خدائے خویش دارم [1]

اور کوئی حقیقت محمدی کو حقیقت الوہیت سے افضل بتاتا ہے اور اللہ پناہ رکھے ایسی ایسی باتوں سے کیا اچھی بیت کہی ہے کسی شاعر نے ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم گشت از فضل رب   (ص ۹۳)

[1] یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں میرا دل زخمی ہے اور اس معاملہ میں میرے اور خدا کے درمیان رقابت (دشمنی) قائم ہے۔

حضرت مجددؒ اور شاہ ولی اللہؒ کے ہاں وہابیت

بدعاتِ مروجہ کے خلاف مولانا شہید کے ہاں جو شدت پائی جاتی ہے اسے اگر کوئی صاحب محمد ابن عبدالوھاب کی وہابیت سے جوڑتے ہیں تو ان سے سوال کیا جائے گا کہ بدعات کی تردید میں جو شدت حضرت مجدد صاحب کے ہاں نظر آتی ہے اور ان کے بعد شاہ ولی اللہؒ کے ہاں ملتی ہے اس کا سرچشمہ کیا ہے ــــ ؟ آیئے اس پر غور کریں۔

ایک شیعی مصنف عباس رضوی نے حضرت مجدد صاحب اور ان کی اولاد کو جگہ جگہ "تنگ نظر ملاّ" اور "متعصب ملاّ" قرار دیا ہے۔

اس کے جواب میں دوسرے سنّی مصنف غوری صاحب ایم اے نے حضرت مجدد صاحب کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ان کی صفائی میں لکھا ہے

"یہ بھی صحیح ہے کہ مجدد صاحب نے استیصال بدعات اور غیر اسلامی رسوم سے احتراز و اجتناب پر زور دیا اور مجدد صاحب کی یہ کوشش مفاد پرست طبقہ کو بھی ایک آنکھ نہیں بھائی، بایں ہمہ یہی ــــ وہابیت ــــ بنی نوع انسان کی ذہنی و معاشی حریت کی ضامن ہے ــــ اسی لیے ان حضرات کو جو اس مفاد پرست طبقہ کے ترجمان ہیں اس وہابیت سے فطرۃً عقیدت نہ ہوگی۔

(مجدد صاحبؒ اور ان کے ناقد از مولانا زید ابوالحسن فاروقی ص۱۷۹)

مولانا زید صاحب غوری صاحب کو دعا دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ شبیر احمد خاں غوری کو کامل اجر دے کہ انھوں نے رضوی صاحب کے مکائد اور برے عزائم کا پردہ چاک کیا (ص۱۸۰)

وہابیت اگر ایسی ہی بری چیز تھی جیسی مولانا زید صاحب نے اپنی دوسری کتاب میں ظاہر کی ہے تو پہلی کتاب میں موصوف نے وہابیت کے ساتھ جو نرم گوشہ اختیار کیا ہے اس کا کیا جواب ہو سکتا ہے۔

مولانا زید صاحب مولانا اسماعیل شہیدؒ کے بارے میں (صفحہ ۵۲) لکھتے ہیں کہ کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ مکروہ تنزیہی کو مکروہ تحریمی قرار دے کیا زید صاحب حضرت مجدد صاحب کے بارے میں بھی یہ لکھ سکتے ہیں کہ کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ بدعت حسنہ اور مباح کاموں کو بدعتِ سیئہ جو گناہ کبیرہ ہے — کی طرح مذموم اور قابل نفرت قرار دے کر اس سے بچانے کی تلقین کرے پھر کیا مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کے ہاں بدعات کے لیے سختی حضرت مجدد صاحب کی تعلیم کا نتیجہ نہیں مانی جا سکتی؟ جنکے گھر (ہندوستان) میں سنت کی اتباع اور بدعت سے اجتناب کی اتنی سخت تعلیم و تاکید موجود تھی انہیں سرزمین حجاز کی وہابی تحریک سے استفادہ کرنے کی کیا ضرورت تھی —؟

مولانا اسماعیل صاحبؒ کی تحریک اصلاح حضرات محدثین فقہاء کرام اور ائمہ عظام کے مسلک کے مطابق تھی کیونکہ آپ نے وہی طرز فکر اختیار کیا جو حضرت مجدد صاحب اختیار کر چکے تھے —

مولانا زید صاحب کے الفاظ میں مجدد صاحب کا طرزِ فکر حسب ذیل تھا۔

"آپ نے تمام بدعات سے اور متاخرین کے استحسانات سے بچانے کی کوشش فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے مبارک طریقہ کی پیروی کرنے پر زور دیا۔"[1] (مجدد صاحب اور ان کے ناقد ص۲۲۴)

---

[1] افسوس ہے کہ مولانا زید صاحب نے اپنے بزرگ حضرت مجدد صاحب کے مسلک کو نظر انداز کر دیا، عید میلاد کے جلوس کی موافقت میں آپ کا فتویٰ حضرت مجدد صاحب کے طرز فکر سے کوئی میل نہیں کھاتا، مولانا اسمٰعیل صاحب پر جو کتاب شائع ہوئی ہے اسکے آخر میں وہ فتویٰ موجود ہے

مجدد صاحبؒ کا مشن

مولانا شہیدؒ سے سو سال پہلے اس صدی کے مجدد حضرت امام ربانی نے جو مشن اختیار کیا تھا بارھویں صدی کے ظلمت کدہ میں اس مشن کو زندہ کرنے والے مولانا شہیدؒ تھے، حضرت مجدد صاحب کا مشن (تجدید اسلام) کیا تھا ۔ ؟ —

مجدد صاحب اپنے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم صاحب کو لکھتے ہیں،

اے فرزند! باوجود ایں معاملہ کہ بخلقت من مربوط بودہ است کارخانۂ عظیم دیگرے من حوالہ فرمودہ اند، و برائے پیری مریدی مرا نیاوردہ اند و مقصود از خلقتِ من تکمیل و ارشادِ خلق نیست۔ معاملہ دیگر است — و کارخانہ دیگر

اے میرے بیٹے! اس مقصد کے علاوہ جو میری پیدائش سے وابستہ ہے[1] ایک بڑا کام میرے سپرد کیا گیا ہے، مجھے پیری مریدی کے لیے دنیا میں نہیں لایا گیا اور نہ میرے وجود سے تکمیل و ارشاد خلق مقصود ہے میرا معاملہ دوسرا ہے اور قدرت کو مجھ سے ایک دوسرا ہی کام لینا ہے (مکتوب ۴ دفتر دوم)

وہ مقصود و مشن کیا ہے ! ؟ —

دریں اوان ضعف اسلام اقامت مراسم اسلام منوط بہ ترویج سنت است و تخریب بدعت ۔

اسلام کی کمزوری کے اس دور میں اسلامی روایات کا قیام اس پر موقوف ہے کہ سنت کو رواج دیا جائے اور بدعت کو برباد کیا جائے

گزشتگان در بدعت حُسنے دیدہ باشند کہ بعض افراد آں را مستحسن داشتہ اند اما ایں فقیر دریں مسئلہ بایشاں موافقت ندارد و ہیچ فرد بدعت را حسنہ نمی داند و جز ظلمت و کدورت

اگلے لوگوں نے بدعت کے اندر حسن محسوس کر کے انہیں مستحسن اور مباح قرار دیدیا۔ لیکن اس فقیر کو اس سے اتفاق نہیں، اور یہ فقیر کسی بدعت کو حسنہ نہیں سمجھتا اور اس میں

---

[1] یعنی الّا لیعبدون

دراں احساس نمے نماید قال علیہ السلام کل بدعۃ ضلالۃ۔ وکل ضلالۃ فی النار

ظلمت و کدورت کے سوا کچھ نہیں دیکھتا، حضورؐ نے فرمایا کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار (مکتوب ۲۳، ۲۹ دفتر دوم)

ایک جگہ بدعت حسنہ کی روک تھام کا طریقہ ارشاد فرماتے ہیں۔

تا از بدعت حسنہ دررنگِ بدعت سیئہ احتراز نماید بوے ازیں دولت بمشام جان او نرسد

جب تک ایک انسان بدعت حسنہ سے بدعت سیئہ کی طرح پرہیز نہ کرے گا ایمان کی دولت اس کے مشام جان تک نہیں پہنچ سکتی (مکتوب ۵۴ دفتر دوم حصہ ہفتم ص۶)

مولانا زید صاحب کا ترجمہ

مکتوب (۵۴) کا جو اردو ترجمہ مولانا زید صاحب نے کیا ہے وہ حسب ذیل ہے،

"فقیر کے نزدیک سنت مبارکہ کی دائمی متابعت اور بدعت سے اجتناب کلی سے نفس کو اطمنان اور اعمال صالحہ کے حقائق حاصل ہوتے ہیں ـــ جب تک بدعت حسنہ کو بھی بدعت سیئہ کی طرح نہ سمجھا جائے اور اس سے اجتناب نہ کیا جائے یہ نعمت نصیب نہیں ہو سکتی ـــ اور یہ کام اس زمانہ میں بہت مشکل ہے کیونکہ تمام عالم بدعتوں میں ڈوبا ہوا ہے، لوگوں کو بدعتوں کی ظلمت میں آرام مل رہا ہے، کس کی مجال ہے کہ بدعتوں کو دور کرنے کے سلسلہ میں دم مارے اور احیائے سنت کا لفظ کون زبان پر لا سکتا ہے، اس وقت کے اکثر علماء بدعتوں کو رائج کر کے سنتوں کو مٹانے والے ہیں، جو بدعتیں رائج ہو چکی ہیں انکو تعامل کے نام پر مستحسن قرار دے رہے ہیں اور فتویٰ دے کر لوگوں کو بدعت کی راہ دکھا رہے ہیں [1]

---

[1] مکتوب ۵۴ دفتر دوم۔

دررنگِ بدعت سیئہ ـــــ کا کیا مطلب ہوا۔ ؟ ـــــ یعنی بدعت سیئہ (گناہ کبیرہ) کی طرح جب تک بدعت حسنہ سے پرہیز نہ کیا جائے گا اور یہ جب ہی ہوگا جب بدعت سیئہ کی طرح بدعت حسنہ کی مذمت کی جائے گی۔

ظاہر ہے کہ شرکِ خفی اور شرکِ اصغر ـــــ بدعت حسنہ سے زیادہ برا ہے۔ تو کیا شرکِ اصغر کی روک تھام کے لیے یہ ضروری نہ ہوگا کہ مبلّغ و مصلح اس شرکِ اصغر پر ـــــ شرک اکبر کی طرح نکتہ چینی اور مذمّت کرے ـــــ

اصلاح منکرات کا یہی اصول مسلّم ہے ـــــ اور یہی اصول امام احمد ابن حنبل اور اصحاب ظواہر کا ہے ـــــ

قرآن وحدیث میں اکثر جگہ شرکِ اصغر پر مطلق شرک کا اطلاق کیا ہے ـــــ اور امام احمدؒ اسے ظاہری مفہوم پر حمل کرتے ہیں۔

ـــــ مولانا شہیدؒ نے اصلاح بدعات کے لیے اسی اصول کو اپنایا ہے۔ اور اس کے لیے جہاد قولی کا فرض ادا کیا ہے۔

مجدد صاحب جہاد قولی کا حکم دیتے ہوئے اکبری حکومت کے ایک امیر خاں اعظم خاں کو ہدایت کرتے ہیں۔

ایں جہاد قولی کہ امروز شمارا میسّر شدہ است جہاد اکبر است وایں جہاد گفتن را بہ از جہاد کشتن دانید	یہ قولی جہاد کہ جس کا موقعہ تمہیں حاصل ہے جہاد اکبر ہے۔ یہ قولی جہاد تلوار کے جہاد سے بہتر ہے، ؎

دادیم ترا از گنج مقصود نشاں
گرما نرسیدیم تو شاید برسی

ہم نے تم کو خزانے کا پتہ دے دیا ہے، اگر ہم اسے حاصل نہ کر سکیں تو شاید تم ہی حاصل کرلو۔ (مکتوب ۶۵ دفتر اول ص۶۵) حضرت مجدد صاحبؒ ـــــ شیخ فرید بخاری اپنے ایک محبوب مرید کو لکھتے ہیں۔

" یقین تصور فرمائید کہ فساد صحبت مبتدع زیادہ از فساد صحبت کافراست "

(مکتوبات دفتر اوّل فارسی ص۲۸۱)

بدعت حسنہ پر قتل کر دیا جائیگا

حضرت مجدد صاحب اپنے مرید خاص ملاّ طاہر لاہوری کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

پس بدعت را حسنہ گویند یا سیئہ مستلزم رفعِ سنت است امروز این سخن بواسط شیوع بدعت بر اکثرے گرانست امّا فردا معلوم خواہند کرد کما بر ہدایتیم۔

بدعت کو حسنہ کہیں یا سیئہ کہیں یہ سنت کو ختم کرنے والی ہے، آج لوگ بدعات کے رواج پا جانے کی وجہ سے میری بات کو پسند نہیں کرتے لیکن کل قیامت کے دن انہیں معلوم ہوگا میں ہدایت پر ہوں۔

پھر لکھتے ہیں کہ امام مہدی موعود اپنی سلطنت کے زمانہ میں سنت نبوی کی ترویج کے لیے جدوجہد کریں گے ـــــ اس زمانہ میں مدینہ منورہ کے اندر ایک عالم ہوگا جو بدعات کا مرتکب ہوگا اور اسے بدعت حسنہ قرار دیتا ہوگا اور دین میں شامل کرتا ہوگا ـــــ وہ شخص امام مہدی کے بارے میں تعجب سے کہے گا کہ یہ شخص دین کو ختم کر رہا ہے اور ملت کو برباد کر رہا ہے ـــ امام مہدی اسے قتل کرنے کا حکم جاری فرما دیں گے اور ـــــ حسنہ آور اسیئۃ انگارد ـــ اسکی بدعت حسنہ کو بدعت سیئہ شمار کریں گے، (دفتر اوّل فارسی مکتوبات نمبر ۲۵۵) اور اسے مرتد کے حکم میں لاکر مباح الدم قرار دیں گے حالانکہ ایک مومن شرکِ جلی اور کفر اختیار کرنے سے مرتد ہوتا ہے ـــ گناہ صغیرہ یا کسی گناہ کبیرہ سے مرتد نہیں ہوتا ـــ

بدعات کے خلاف ولی اللہی اکابر کا اعلانِ حق

حضرت امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آخری وصیت میں بدعات مروجہ کے خلاف جس غم و غصہ کا اظہار کیا، حقیقت یہ ہے کہ مولانا شہیدؒ کے اندر اپنے دادا اور چچاؤں کا وہی جوش و جلال کارفرما تھا ـــــ یہ آگ باہر کی نہیں تھی بلکہ اپنے گھر کی تھی ـ

شاہ ولی اللہؒ آخری وصیت میں فرماتے ہیں ـ

"ما مردم غریبیم کہ در دیار ہندوستان آبائے ما بغربت افتادہ اند"

ہم لوگ غریب الوطن ہیں، ہمارے آباء و اجداد بھی جب ہندوستان آئے تھے تو ایسے ہی غریب الوطن تھے ـ

وہ شخص جس نے زندگی کے تیس سال باقاعدہ عوامی تبلیغ و اصلاح کی جد و جہد میں صرف کیے لیکن خواص کی ایک جماعت کے سوا وہ عوام میں، حکمرانوں میں اور امراء میں کوئی تبدیلی نہ دیکھ سکا، پھر وہ اس دنیائے فانی سے رخصت ہوتے ہوئے ایسی دل شکستگی، ایسی مایوسی اور ایسی دل فگار بے قراری کا اظہار نہ کرتا تو کیا کرتا ـــــ اور یہ ہندوستان کا سب سے بڑا عالم ہے اور مسلم حکومت کی راجدھانی میں بیٹھ کر یہ بات کہہ رہا ہے ـــــ اسکے بعد شاہ صاحب رحؒ پھر اپنے جانشینوں کو نصیحت کرتے ہیں ـ

۱؎ شاہ ولی اللہؒ نے (۶۲) برس کی عمر پائی ۱۱۴۵ھ کو حج بیت اللہ سے واپس آکر باقاعدہ اصلاح و دعوت کا کام شروع کیا۔ اس لحاظ سے تبلیغ و دعوت کا عوامی دور تیس برس رہا آپ کا پورا تعلیمی اور تدریسی دور ۴۷ برس رہا وفات ۱۱۷۶ھ ولادت ۱۱۱۴ھ ـ

"رسوم عجم و عادات ہنود در میان خود نگذاریم"
اہل عجم کی رسمیں اور اہل ہنود کی عادات اپنے اندر نہ چھوڑیں سب کو باہر نکال پھینکیں۔

شاہ عبدالعزیز رح طبیعت کے بے حد نرم تھے، آخر عمر میں آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے، اس قابل نہ رہے تھے کہ میدان میں نکل کر آئیں، مگر اپنے فتویٰ میں بت پرستی پر روشنی ڈالتے ہوئے مسلمانوں کی قبر پرستی پر اظہار افسوس کرتے ہیں اور لکھتے ہیں۔

"وہمیں است حال فرقہ ہائے بسیار از مسلمین مثل تعزیہ سازان و مجاوران قبور و جلالیان و مداریان (فتاویٰ عزیزیہ مجتبائی دہلی ص۱۴۰)
یہی حال مسلمانوں کے کافی فرقوں کا ہے، جیسے تعزیہ بنانے والے اور مزارات کے مجاور اور جلالی اور مداری فرقہ کے صوفی۔

مولانا اشرف علی تھانوی رح سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رح اور شاہ محمد اسماعیل صاحب شہیدؒ کے علمی اور اصلاحی فیض میں کیا فرق تھا؟ مولانا نے فرمایا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا فیض عام تھا اور مولانا شہیدؒ کا فیض تام تھا۔ سبحان اللہ! حضرت تھانویؒ نے بڑے علمی انداز میں چچا اور بھتیجے کے درمیان فرق واضح کر دیا۔

شاہ عبدالقادر صاحب اپنی معجزانہ بلاغت کے ساتھ چند جملوں میں تمام اعتقادی اور عملی بدعات کی جڑ کاٹ کر تشریف لے گئے، سورہ شوریٰ آیت (۲۴) کے تفسیری حاشیہ پر یہ مختصر فقرے لکھے۔

"یعنی نبی پیغام پہنچاتا ہے اور بندوں کو سب معاملت اپنے رب سے ہے"
مطلب واضح ہے کہ نبی و رسولؐ کا مشن اپنی تقریر اور اپنے عمل سے خدا کے بندوں تک اس کا پیغام پہنچانا ہے ــــــ اس کے علاوہ بندوں کے سارے معاملات اپنے پروردگار سے متعلق ہیں ــــ روزی کا معاملہ ہو یا تندرستی

کا، مغفرت کا معاملہ ہو یا اخروی نجات کا ـــــ
وسیلہ کی مشہور آیت (المائدہ ۳۵) پر حاشیہ لکھتے ہیں ۔
" یعنی رسول کی اطاعت میں جو نیکی کرو وہ قبول ہے اور بغیر اسکے عقل سے کرو سو قبول نہیں "

شاہ صاحب نے واضح کردیا کہ قرآن کریم میں جس وسیلہ کا تذکرہ ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا وسیلہ ہے، اطاعت رسول ہی کے ذریعہ قبولیت کا درجہ ملتا ہے،

شاہ ولی اللہ صاحب (۱۲) سال اپنے والد شاہ عبدالرحیم صاحب کے مدرسہ رحیمیہ میں تعلیم و تدریس کی خدمت انجام دینے کے بعد حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے اور وہاں کے مشائخ سے دوبارہ حدیث پڑھی اور ایک سال حرمین میں قیام کر کے ۱۱۴۵ھ میں ہندوستان واپس تشریف لائے ۔

محمد ابن عبدالوہاب کا دور بھی یہی تھا ـــ شیخ محمد کی ولادت ۱۱۱۱ھ/۱۶۹۹ء اور وفات ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء ہے ـــ بارہویں صدی ہجری ان دونوں عالموں کی اصلاحی جدوجہد کی صدی ہے ـــ شاہ ولی اللہ صاحب شیخ محمد سے دو سال بڑے تھے شاہ ولی اللہ صاحب کے اصلاحی پیغام میں بدعات کے خلاف جو زبردست جوش و جذبہ ہے، کیا اسے بھی وہابی تحریک سے وابستہ کیا جاسکتا ہے؟ اور جب ولی اللہی خاندان کو بدنام کرنا ہی ٹھیرا تو اس ہستی پر یہ الزام لگانا کیوں مشکل ہے کہ شاہ صاحب نے بھی حرمین کے قیام کے دوران وہابی تحریک سے روشنی حاصل کی اور محمد ابن عبدالوہاب کی پیروی کی ـــ

فیروز شاہ تغلق کی اصلاحات

ہندوستان دنیا کا سب سے قدیم بت کدہ ہے، یہاں کی آب و ہوا میں شرک و بت پرستی اور توہم پرستی رچی ہوئی ہے ــــ خدا تعالیٰ اگر ہر دور میں توحید و سنت کی حفاظت کرنے والے مردانِ حق کو کھڑا نہ کرتا رہتا تو اس صنم کدہ میں اسلام کا زندہ رہنا مشکل تھا۔

فیروز شاہ تغلق آٹھویں صدی[1] ہجری کا حکمراں ہے، یہ تغلق بادشاہ نہایت دین دار اور خدا پرست تھا۔ اس نے اپنے دور میں منکرات و بدعات کو پوری طاقت سے قلع قمع کیا ــــ یہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کا ہم عصر ہے وہ اپنی خود نوشت یادداشت (فتوحات فیروز شاہی) میں اپنی جاری کردہ اصلاحات پر روشنی ڈالتا ہوا لکھتا ہے۔

(۱) دہلی میں احمد بہاری نام کا ایک شخص تھا، جسے اس کے مرید خدا کہتے تھے، یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے تھے اور کہتے تھے، کہ جس شخص کے گھر میں نو بیویاں ہوں وہ بھلا نبی ہو سکتا ہے ــــ اس کا ایک مرید کہتا تھا کہ دہلی میں خدا یعنی احمد بہاری ظاہر ہوا۔ یہ شخص لوگوں کو ترک دنیا کا سبق دیتے تھے۔ میں نے ان کو پابہ زنجیر بلا کر قتل کرا دیا۔

(۲) دہلی میں ایک شخص رکن الدین نامی تھا جو اپنے آپ کو مہدی آخر الزماں کہتا تھا، اور کبھی رکن الدین رسول اللہ ـ کہتا تھا ــ علماء دین کے

---

[1] ۱۳۵۱ء تا ۱۳۸۸ء

اس پر مرتد ہونے کا فتویٰ لگایا اور میں نے اسے بھی قتل کرادیا۔

(۳) شہر دہلی میں یہ دستور عام تھا کہ متبرک راتوں شب برات، شب قدر شب معراج، میں عورتیں پالکیوں، بہلیوں اور ڈولیوں میں بیٹھکر گروہ در گروہ دلّی کے مزارات پر جاتی تھیں اور آوارہ مزاج نوجوان ان کے پیچھے پیچھے ہوتے تھے اور وہاں فتنہ و فساد کی باتیں کی جاتی تھیں ــــ میں نے یہ رسم بند کرادی، میں نے حکم دیا کہ کوئی عورت مزارات پر نہ جائے۔

خدا کی نصرت و عنایت سے میں نے اس قسم کی بدعات کا استیصال کیا اور سنت نبوی کو زندہ کیا، (تاریخی مقالات از ڈاکٹر اسلم مطبوعہ لاہور ص۱۸۸)

شیخ چراغ دہلوی کے دور کی دلّی کا یہ حال تھا ــــ بے شک یہ مشائخ چشت اپنی خانقاہوں میں تربیت و تذکیہ کا فرض ادا کرتے تھے لیکن اصلاح عقائد اور نہی عن المنکر کا شعبہ الگ ذمہ داری رکھتا تھا جس کے لیے خدا تعالیٰ مجاہد سلاطین اور علماء کو کھڑا کرتا رہتا تھا اور وہ لوگ اس فرض کو انجام دیتے تھے ــــ

تاریخ سے کہیں یہ بات ثابت نہیں کہ مشائخ ربانی اور صوفیائے حق نے۔ جہاد قولی ادا کرنے والوں کی مخالفت کی وہ حضرات اپنا کام کرتے تھے۔ اور یہ مجاہد اپنا فرض ادا کرتے تھے اسی دو طرفہ خدمتِ دین سے ہندوستان میں اسلام کی حفاظت ہوتی رہی

قاضی مغیث اور حضرت سلطان جی کا واقعہ مشہور رہے، قاضی صاحب نے حضرت سلطان جی سے مزامیر کے مسئلہ میں مناظرہ کیا ــــ یہ قاضی صاحب جب بیمار پڑے تو حضرت ان کی مزاج پرسی کے لیے تشریف لائے، قاضی صاحب نے کہلا بھیجا کہ میں بدعتی سے ملاقات نہیں کر سکتا۔ قاضی صاحب کے سامنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث تھی۔

من وقّر صاحب بدعة فقد، علی هدم الاسلام (مشکوٰۃ۔ ۳۱)

جس شخص نے کسی بدعتی کا احترام کیا اس نے اسلام کو مٹانے کے کام میں اعانت کی

حضرت نے قاضی صاحب کا یہ پیغام سنکر کہا۔۔۔ قاضی صاحب سے کہو کہ بدعتی بدعت سے توبہ کرکے آیا ہے۔۔۔ قاضی یہ سنکر رونے لگے اور کہا۔ میری پگڑی لے جاؤ اور اسے حضرت سلطان جی کے راستہ میں بچھا دو، آپ میری پگڑی پر قدم رکھتے ہوئے میرے پاس تشریف لائیں۔

یہ حضرات مشائخ ربانی تھے۔۔۔ یہ اس نکتہ کو سمجھتے تھے کہ ہمارا دائرہ غیر مسلموں کو نرمی اور دلداری کے ساتھ اسلام میں داخل کرنا ہے اور ان علماء کا کام نومسلموں میں سے زمانہ شرک کی رسموں کو دور کرنا ہے۔۔۔

رفعِ یدین اور آمین کی سنت کا احیاء

مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ نے سنت نبوی کے ساتھ حقارت و نفرت کا ذہن ختم کرنے کے لیے رفعِ یدین پر عمل شروع کیا۔۔۔ یہ دور جزوی عقائد میں انتہائی تشدد کا دور تھا، حنفی لوگ رفعِ یدین کرنے والوں کو مساجد سے نکال دیا کرتے تھے۔

میرے بڑے دادا محمد ابراہیم خاں صاحب تحصیلداری کی سروس سے ریٹائر ہو کر مولانا نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کے حلقہ درس حدیث میں جانے لگے تھے، دادا صاحب جب آمین بالجہر اور رفع یدین کرتے تو حنفی صاحبان ان کے پیچھے پڑ جاتے چنانچہ وہ بخاری شریف اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے اور جب کوئی حنفی ان سے الجھا کرتا تو وہ کتاب کھول کر اسے مطمئن کر دیتے۔

اس ماحول میں مولانا اسماعیلؒ نے یہ اصلاحی قدم اٹھایا، لوگوں نے ان کے تایا اور چچا صاحبان سے شکایت کی، شاہ عبدالقادر صاحب نے مولانا محمد یعقوب صاحب برادر شاہ اسحاق صاحب کے ذریعہ انہیں سمجھانے کی کوشش

کی، مولانا نے جواب دیا ــــ اگر عوام میں فتنہ پھیلنے کا خیال کیا جائے تو اس حدیث کا جواب کیا ہوگا ــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَہٗ اَجْرُ مِائَۃِ شَہِیْد ــــ جو شخص میری امت میں فساد برپا ہونے کے وقت میری سنت کو پکڑے گا اسے سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا ــــ شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے یہ جواب سنکر فرمایا ــــ یہ تو اس وقت ہے جب سنت کی جگہ خلاف سنت کوئی کام ہو رہا ہو لیکن اس معاملہ میں تو ایک سنت (رفع یدین) کی جگہ دوسری سنت (عدم رفع یدین) جاری ہے ــــ

مولانا شہیدؒ نے اس حدیث کا جو مفہوم لیا شاہ عبدالقادر صاحب کا ذہن اس باریک مفہوم کی طرف نہیں جا سکا،

فسادِ امت کا مطلب توہین سنت ہے، تمام اماموں کے نزدیک رفع یدین سنت ہے ــــ اختلاف اس میں ہے کہ افضل اور راجح سنت کونسی ہے ــــ ایک امام رفع کو راجح کہتا ہے اور دوسرا عدم رفع کو راجح قرار دیتا ہے ــ

اور تمام اماموں کے نزدیک رسول پاکؐ کی کسی سنت کو حقارت سے دیکھنا شدید ترین گناہ ہے ــــ کسی حنفی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ رفع یدین یا آمین کی سنت کو حقارت سے دیکھے ــــ عمل کرنے یا نہ کرنے کا اسے اختیار ہے ــ

یہ توہینِ سنت کا ذہن شاہ صاحب کے سامنے تھا اور وہ اسے ختم کرنا چاہتے تھے۔

مولانا زید صاحب نے اسے مولانا شہید کی "خود رائی" قرار دیا ہے کہ انھوں نے اپنے چچاؤں کی بات کو نہ مانا ــــ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس مرد حق کی نگاہ جس باریک مصلحتِ دین کی طرف تھی اس کی طرف کسی کی نگاہ نہ جا سکی [1]

---

[1] اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں، تصوف و معرفت کی جن باریکیوں تک حضرت مجدد صاحب کی رسائی ہوئی، آپ کے مرشد خواجہ باقی باللہ رحمہ نے ان کا اعتراف کیا اور اپنے مرید کی فضیلت کو تسلیم فرمایا ــــ

یہ خود رائی نہیں تھی بلکہ احترام سنت کا جذبہ تھا ـــــ

تقلید شخصی اور مجدد صاحبؒ

دراصل توہین سنت کا جذبہ اسی وقت جنم لیتا ہے جب کسی شخص میں تقلید شخصی کے معاملہ میں تشدد کا ذہن پیدا ہو جاتا ہے اور تقلید فقہی کو اتباع رسالت کا درجہ دیا جانے لگتا ہے۔

اسی وجہ سے حضرت مجدد صاحب کی تعلیمات میں تقلید شخصی کا تشدد موجود نہیں تھا ـــــ حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اور حضرت مجدد صاحب کے درمیان جو اختلافات تھے، اس کا ایک سبب تقلید کے بارے میں دونوں بزرگوں کے درمیان طرز فکر کا اختلاف تھا۔

مولانا زید صاحب نے صاحب انخاف کے حوالہ سے اس پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے۔

"وجہ ایں نقاد آن است کہ حضرت شیخ را در تقلید مذہب تعصب بسیار بود و مجدد را در اتباع سنت او ررد بدعات طریقت و شریعت صلابت تام (ص ۱۶۶)"

یعنی اس اختلاف و نزاع کا سبب یہ تھا کہ شیخ محدث کو تقلید مذہب (فقہی) میں بے حد تشدد تھا اور مجدد صاحب مطلق اتباع سنت اور تصوف و شریعت میں بدعات کی تردید پر پورا زور صرف کرتے تھے،

حضرت مجدد صاحب ایک مکتوب میں فرماتے ہیں

باوجود التزام ایں مذہب مرابا امام شافعی گویا محبت ذاتی است و بزرگ مے دانم لہذا در بعضے اعمال نافلہ تقلید مذہب او مے نمایم	باوجود اس کے کہ میں حنفی مسلک کی پابندی کرتا ہوں لیکن مجھے امام شافعیؒ سے ذاتی محبت ہے اور میں انہیں بزرگ مانتا ہوں اور اسی لیے بعض نفلی عبادات میں انکے مسلک کی پیروی کرتا ہوں ـــ

(مکتوب ۵۵ دفتر دوم حصہ ہفتم ص۱۴۲)

مولانا زید صاحب نے شاہ ولی اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ انھوں نے علامہ کورانی شافعی سے حدیث کا علم حاصل کیا تھا اس لیے ان کا کچھ میلان شافعیہ کی طرف بھی ہو گیا تھا ص۲۷

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں مجددین کے درمیان ذہنی اور روحانی مناسبت قائم تھی — اور اسی کا اثر مولانا شہیدؒ کے اندر پیدا ہوا۔

شاہ ولی اللہؒ نے اپنی مشہور کتاب عقد الجید میں بھی چاروں فقہی مذاہب کے حق ہونے پر زور دیا ہے اور تقلید شخصی میں تشدد کے ذہن کو توڑا ہے، اور مجدد صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب کے ان بنیادی تصورات سے فرقہ بندی اور گروہی تعصب کی بیماری کا بڑی حد تک خاتمہ ہوا ہے۔

مولانا زید صاحب تقویت الایمان پر غصہ اتارتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس کتاب سے مذہبی آزاد خیالی کا دور شروع ہوا۔ کوئی غیر مقلد ہوا، کوئی وہابی بنا اور ائمہ مجتہدین کی جو عظمت دلوں میں تھی وہ ختم ہوئی ص۹ لیکن فقہی مسائل میں تشدد اور تعصب کا ختم ہونا اگر — مذہبی آزاد خیالی — ہے اور یہ کوئی بری چیز ہے تو اس کی ذمہ داری مولانا شہیدؒ پر عائد نہیں ہوتی بلکہ اس کی ذمہ داری حضرت مجدد صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب پر عائد ہوتی ہے جس کی بنیاد ان دونوں بزرگوں کے طرز فکر میں ملتی ہے۔

جناب فاروقی صاحب کو تقویت الایمان پر اتنا غصہ ہے کہ موصوف کے نزدیک اس کتاب سے۔

"مسلمانوں کی یک جہتی اور یک مذہبی تمام ہوئی، نو سو سالہ مسلم حکومت کا خاتمہ ہوا، تیس سال کی مدت میں صدہا سال کی تمام نعمت ہاتھ سے نکل گئی" (ملخص ص۱۴)"

واقعی اگر تقویت الایمان سے یہ قیامت برپا ہوئی تو یہ طرز فکر سو برس

پہلے حضرت مجدد صاحبؒ کے مکتوبات نے پیدا کیا، جو بیج حضرت مجدد صاحبؒ نے بویا تھا اسی کے برگ و بار مولانا شہیدؒ کے ذریعہ پروان چڑھے، بنیاد موجود تھی، حضرت شہیدؒ نے اسی پر ایک شاندار عمارت تعمیر کردی ۔۔۔

لیکن مولانا زید صاحب کو غیض و غضب کے جوش میں اس حقیقت کا احساس نہ رہا کہ حضرت مجدد صاحبؒ نے جس تصور کی بنیاد رکھی اور مولانا اسماعیل صاحبؒ نے جسے پھیلایا اور پروان چڑھایا اس کے نتیجہ میں ملت اسلامیہ کے اندر سے گروہی تعصب کی شدت کم ہوئی اور خالص اتباع کتاب و سنت کے تصور کو فروغ حاصل ہوا ۔۔۔

رہا نو سو سالہ حکومت کا خاتمہ ۔۔ تو لِلّٰہ انصاف کی حد سے آگے نہ بڑھیے، یہ انعام اگر خدا نے واپس لیا تو حکمرانوں کی خانہ جنگی، عیاشی اور عیش پرستی، امراء حکومت کی چاپلوسی اور علماء و مشائخ کے ایک طبقہ کی عافیت پسندی اور خانقاہی چشم پوشی کے سبب واپس لیا گیا ۔۔ محترم زید صاحب اشارۃً کنایۃً اس کی ذمہ داری بھی تقویت الایمان پر ڈال رہے ہیں ۔

پیروں کی محبت کا جوش

موجودہ تقویت الایمان کو اگر بعینہٖ مولانا شہیدؒ کی کتاب تسلیم کرلیا جائے تو مخالفین کی طرف سے آپ پر زیادہ سے زیادہ یہ اعتراض وارد کیا گیا ہے کہ شاہ صاحب کی قلم سے خدا کی محبت کے جوش میں انبیاء اور اولیاء کی شان میں سوء ادب ہوگیا معاذ اللہ، لیکن ان صوفیاء کرام کے متعلق کیا کہا جائے گا جن کی زبان و قلم سے اپنے پیروں کی محبت میں حضورؐ اور صحابہ کرام کی توہین ہوئی ہے ۔

مولوی احمد رضا خاںؒ

مولانا زید صاحب نے تقویت الایمان پر تنقید کر کے جس طرح محبتِ رسول کا حق ادا کیا ہے۔

کیا میں امید کروں کہ مولانا محترم مولوی احمد رضا خاں صاحبؒ کی کتابوں کا تحقیقی مطالعہ کر کے ان کتابوں میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام کے حق میں جو توہین آمیز باتیں ہیں ان پر بھی قلم اٹھائیں گے اور تحقیق کا حق ادا کریں گے،

(۱) احمد رضا خاں صاحبؒ نے لکھا ہے کہ حضرات انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہاں کھاتے پیتے ہیں اور اپنی بیویوں کے ساتھ مباشرت کرتے ہیں (ملفوظات مولانا احمد رضا خاں جلد ۳ صـ۳۰)

حیات النبی کی کتنی عمدہ تشریح کی گئی ہے؟ ـــــ کیا مولانا زید صاحب اس سے متفق ہیں ـــــ

(۲) قیامت کے دن کشفِ ساق ـــــ یوم یکشف عن ساق ـــــ سورہ قلم (۴۲) عبارت ہے تجلی خداوندی سے ـــــ تمام امت اس تاویل تفسیر پر جمع ہے ـــ لیکن احمد رضا خاں صاحب یہ فرماتے ہیں ؎

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا
تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا
گردنیں جھک گئیں، سر جھک گئے، دل ٹوٹ گئے
کشفِ ساق آج کہاں یہ تو قدم ہے تیرا

خانصاحب قیامت کے دن کشف ساق سے شیخ کی کشف ساق مراد لے رہے ہیں۔؟ ـــ کیا یہ حضرت حق کی جناب میں گستاخی نہیں اور یہ تفسیر بالرائے نہیں جو حرام ہے۔

(۳) حضرت آدم تمام نوع بشر کے باپ اور حضرت حوا سب کی ماں ہے، لیکن خانصاحب کا فلسفہ عجیب ہے۔ فرماتے ہیں ؎

ان کی نبوت، ان کی اُبوّت ہے سب کو عام
اُمّ البشر عروس انہیں کے پسر کی ہیں۔

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب کے نبی اور سب کے باپ ہیں اس رشتہ سے ام البشر (سب کی ماں) آپ کے بیٹے آدم کی بیوی ہیں، کتنا شرمناک تصور ہے ـــــ ام البشر ہیں، سب کی ماں ہیں، اور حضور کی بہو بھی ہیں ـــــ کیونکہ آدم علیہ السلام حضور کے بیٹے ہوتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب کا نعتیہ کلام حدائق بخشش جلد اوّل صفحہ مطبوعہ چمن آفسیٹ پریس سوئیوالان دلی میں اسی قسم کا خرافات بھری پڑی ہیں۔

مولانا زید صاحب کے خیال میں " خدا کے سامنے تمام مخلوق کی حیثیت چمار سے زیادہ ذلیل ہے " کہنے سے توہین رسالت کا ارتکاب ہوگیا، تمام انبیاء کو بڑا بھائی کہنے سے توہین لازم آگئی ـــــ اور محترم زید صاحب توجہ فرمائیں کہ قرون کے اندر بیویوں سے مباشرت کرنے کا خیال رسولوں کی توہین ہے یا ان کا احترام۔

حضرت حوّاء کو ایک سانس میں حضورؐ کی ماں کہنا اور ساتھ ہی آپ کی بہو قرار دینا، حضورؐ کی شان میں ادب ہے یا گستاخی، و ـــ اور حضرت حوّاء کی توہین ہے یا نہیں۔؟

مولانا زید صاحب کے توہین آمیز فقرے

مولانا شہیدؒ کی قلم سے اگر خدا تعالیٰ کی محبت کے جوش میں کچھ شدید فقرے نکل گئے تو آسمان سر پر اٹھالیا گیا اور جناب زید صاحب کی قلم سے مجدد صاحب کی محبت کے جوش میں ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام اور ایک ہزار سال کے اندر آنے والے لاکھوں اولیاء و اقطاب کی شان میں توہین آمیز فقرے نکل گئے تو موصوف کو اس کا کچھ احساس نہیں ـــ غور کیجئے۔

مولانا زید صاحب مجدد صاحب کے ادّعائی کلمات اور جذبی کیفیات

کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

"راہِ ولایت خلت کا بیان ایک ہزار سال سے کسی نے نہیں کیا تھا یہ مقام سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے جوہر شریف میں مکنون ومخزون (پوشیدہ ومخفی) تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد قدس سرہ کی ذات کو اس مقام کے ظہور کا منشاء بنایا! مجدد صاحب اور ان کے ناقد صفحہ ۱۴ "تالیف مولانا زید صاحب)

یہی وہ خیالات تھے جن پر مجدد صاحب کے معاصر شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اعتراضات کیے تھے اور وہ مجدد صاحب سے ناراض ہوگئے تھے — آج اپنے جدامجد اور شیخ (مجدد صاحب) کی محبت میں زید صاحب محترم بھی اسی فضول اور بے معنی نکتہ تصوف کی ترجمانی کر رہے ہیں،

امت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام فضائل (نبوت کے سوا) آپ کے فیض یافتہ صحابہ کرام کے اندر جلوہ گر ہوتے ہر روحانی فضیلت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ علیؓ، ابوذرؓ وسلمانؓ وصہیب اور آپ کی اولاد اطہار کے اندر جلوہ گر ہوئی — کوئی فضیلت ایسی نہیں جو ایک ہزار سال تک مجدد صاحب کا انتظار کرتی رہی، اور اس فضیلت نے نہ صدیق اکبرؓ کو اس کا اہل سمجھا اور نہ حضرت علی مرتضیٰؓ اور جنیدؒ و شبلی کو اس قابل پایا — یہ مجدد صاحب کی جذبی کیفیات تھیں، کیفیات نے الفاظ کا جامہ پہنا اور وہ ایک مستقل تصور بن گیا، پھر اس سے عقائد میں خرابی پیدا ہونے لگی —

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کو قانون کا پابند بنایا ہے۔ تاکہ کوئی کیفیت جامے سے باہر نہ ہو — اور محدثین اور اصحاب حدیث طبقہ نے امت پر احسان عظیم کیا ہے کہ شریعت کی واضح اور کھلی نصوص کے دائرہ میں رہنے کی تلقین کی ہے اگر یہ محدثین وفقہاء نہ ہوتے تو صوفیا نہ مستیوں اور محبت کے جوش میں اسلام کا پورا نظام فکر واعتقاد بکھر کر رہ جاتا۔

انبیاء و اولیاء کی تعریف مولانا شہیدؒ کے دل میں حضرات انبیاء اور اولیاء کی جو عزت ہے وہ حسب ذیل فقروں سے ظاہر ہوتی ہے ۔

"ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے اور ہر امام اپنے وقت کے لوگوں کا اور ہر مجتہد اپنے تابعوں کا اور ہر بزرگ اپنے مریدوں کا اور ہر عالم اپنے شاگردوں کا کہ یہ بڑے لوگ اوّل اللہ کے حکم پر آپ قائم ہوتے ہیں اور پیچھے اپنے چھوٹوں کو سکھاتے ہیں سو اس طرح سے ہمارے پیغمبر سارے جہاں کے سردار ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا رتبہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور اللہ کی راہ سیکھنے میں سب ان کے محتاج ہیں (تقویت صفحہ ۷۱)

اے کاش مولانا اسماعیل صاحبؒ پر بلا تعصب قلم اٹھانے کا دعویٰ کرنے والے بزرگ زید صاحب اپنی کتاب کے کسی صفحہ پر تو مولانا شہیدؒ کے یہ تاثرات و تصورات بھی نقل کر دیتے ۔"

تحریک جہاد کو بدنام کرنے کی کوشش

سید احمد شہید اور مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ دہلوی کی تحریک جہاد کو عام مسلمانوں میں بدنام کرنے کی کوشش پچھلے دو سو برس کے اندر منظم طور پر کی گئی ہے اور آج تک یہ مذموم اور افسوسناک کوشش جاری ہے ۔

انگریزی حکومت کے لیے مسلمانوں کے اندر جذبہ جہاد کا موجود رہنا

ناقابل برداشت تھا، وہ اپنی حکومت کے لیے اس جذبہ کو سب سے بڑا خطرہ سمجھتا تھا۔۔ اس لیے انگریز مؤرخین نے اس تحریک کو بدنام کرنے کے لیے اسے وہابی تحریک کا نام دیا۔

آٹھ انگریز مؤرخین ایسے گذرے ہیں جنہوں نے اس تحریک کے خلاف زہر اگلا ہے اور ان میں سے مشہور متعصب انگریز مسٹر ہنٹر کی کتاب ۔۔۔ ہندوستانی مسلمان ۔۔ کافی شہرت رکھتی ہے ۔

ایک انگریز مورخ اس تحریک پر لکھتا ہے ۔

"سید احمد بریلوی رائے بریلی کے قزاق اور رہزن نے ۱۲۳۵ھ ۱۸۲۲ء میں حج بیت اللہ کر کے چاہا کہ شمالی ہند سے وہابی اصولوں کو تسلیم کراؤں ۔۔۔ خوش قسمتی سے ایک بڑا مولوی ۔۔ محمد اسماعیل اس کا مرید ہو گیا ۔۔ اس نے ۲۱ دسمبر ۱۸۲۶ء کو سکھوں کے خلاف جہاد کا جھنڈا بلند کیا ۔۔۔ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی رات کی نیند حرام کر دی ۔۔ چار برس تک جہاد جاری رہا اور سید احمد کو فتح حاصل ہوتی رہی ۔ (شاندار ماضی ج ۳ ص ۳۰۱)

اس پروپگنڈہ کی لغویت

اس پروپگنڈہ کی لغویت کا اس سے اندازہ لگائیے کہ جس وقت سید احمد صاحب بریلوی اور مولانا محمد اسماعیل صاحب کی جماعت نے حج بیت اللہ ادا کیا اور دو سال حجاز مقدس میں قیام کیا اس وقت شیخ محمد ابن عبدالوہاب کی جماعت کو ترکوں کے ہاتھ سے مکمل شکست ہو چکی تھی اور تمام حجاز میں شیخ محمد ابن عبدالوہاب کے خلاف پروپگنڈہ زوروں پر تھا ۔ یہ بات کسی طرح عقل و قیاس کے موافق نہیں معلوم ہوتی کہ سید احمد شہید اور ان کے رفقاء اس ناکام تحریک کا اثر قبول کرتے اور اس کی پیروی میں ہندوستان کے اندر جہاد شروع کرتے ۔

حجاز کی وہابی تحریک مقابر اور قبوں کے منہدم کرنے اور بدعات مروجہ

کے خلاف تشدد اختیار کرنے کی وجہ سے بدنام کردی گئی تھی اور ہندوستان کے اندر اس توڑ پھوڑ کے عمل کے خلاف شدید ردّ عمل تھا انگریزوں نے مولانا شہید اور ان کے رفقاء کی اصلاحی تحریروں کی آڑ میں اس تحریک کو حجازی تحریک سے جوڑنے کا مسلسل پروپیگنڈہ کیا اور اسے مسلمان عوام کی نظروں سے گرانے کی کوشش کی ـــــ

سید احمدؒ بریلوی کون تھے؟

یہ بزرگ خانوادہ ولی اللہی کے تربیت یافتہ اور شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ عبدالقادر صاحبؒ کے شاگرد رشید تھے ـــــ ان کی روحانی عظمت کے لیے یہ بات کافی ہے کہ سید صاحب جب روحانی کمال حاصل کرنے کے بعد (۱۲۳۴ھ) جب دہلی تشریف لائے تو شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے اپنے حلقہ کو سید صاحب کی طرف رجوع ہونے کی ہدایت کی اور شاہ اسماعیل صاحب مولانا عبدالحی صاحبؒ (داماد شاہ عبدالعزیزؒ) مولانا محمد یوسف صاحب (نواسے شاہ اہل اللہ برادر شاہ ولی اللہ) اور دوسرے حضرات نے سیّد صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی ـــــ جب کہ شاہ اسماعیل صاحب سید صاحب سے سات سال بڑے تھے اور علم وفضل میں مولانا کا درجہ بہت بلند تھا ـــــ

جہاد کی تیاری کب سے شروع کی؟

اس جماعت نے جہاد کی باقاعدہ تیاری حج بیت اللہ سے واپس آنے کے بعد شروع کی ـــ لیکن انفرادی طور پر مولانا شہیدؒ شروع جوانی سے جہاد کی تیاری میں مشغول تھے، اور جہاد کا پیغام مولانا شہیدؒ کو اپنے دادا شاہ ولی اللہؒ سے ملا تھا ـــــ

سید احمد بریلوی اور مولانا شہید نے جس سکھ طاقت کے خلاف جہاد کیا، اس کے ظلم وستم کی داستان تاریخوں میں موجود ہے ۔

"اٹھارہویں صدی کے وسط ہی میں سکھوں نے پنجاب میں اہم سیاسی طاقت

حاصل کر لی تھی ـــــ مسلمان کئی سو برس تک سکھوں کے حریف رہ چکے تھے، جہانگیر اور عالمگیر کے عہد میں سکھوں اور مغل حکومت کے درمیان زبردست مقابلے ہو چکے تھے اس وجہ سے سکھوں نے پنجاب پر اپنا اقتدار جما کر مسلمانانِ پنجاب پر ظلم و ستم شروع کر دیا ـــــ کرنل مالکم کا بیان ہے ۔

"پنجاب کے وہ مسلمان جو سکھوں کی حکومت میں رہتے ہیں ایک مظلوم اور ذلیل قوم کے افراد معلوم ہوتے ہیں، ان سے قلی گیری، بوجھ ڈھونے کے کام لیے جاتے ہیں، نماز نہیں پڑھ سکتے، شاذ و نادر مسجد میں جمع ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں ـــــ مساجد میں بھی بہت تھوڑی مسجدیں تباہی سے بچی ہیں"

کرنل مالکم مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ہم عصر مورخ ہے (سیرت سید احمد ص ۱۹۱)

اسی کو علامہ اقبال نے کہا ہے ؎

خالصہ شمشیر و قرآں را ببرد | اندر آں کشور مسلمانی بمرد

افسوس کہ جہاد فی سبیل اللہ کی اس تحریک کو محمد ابن عبدالوہاب کی تحریک سے جوڑ کر مولانا زید صاحب نے علماء حق کی جدوجہد حق کے اس اہم حصّہ کو بے قیمت ثابت کرنے کی کوشش میں متعصب انگریز مورخین اور اہل بدعت کا ساتھ دیا۔

بالاکوٹ کا میدان وادی کاغان سرحد کے جنوبی دہانے پر واقع ہے، اس میدان میں مجاہدین کی آخری مڈبھیڑ شیر سنگھ کی سکھ فوج سے ہوئی، میدانِ جہاد کے مشاہدین کا بیان ہے کہ اس گھمسان کی جنگ میں مجاہدین کے سپہ سالار حضرت سید احمد شہیدؒ کی شہادت کے بعد مولانا آگے بڑھ رہے ہیں حالت یہ ہے کہ۔ پیشانی مبارک سے خون بہہ رہا ہے، ڈاڑھی خون سے تر بہ تر ہے بندوق کندھے پر ہے اور ننگی تلوار ہاتھ میں ہے ـــــ اور یہ پوچھ رہے ہیں کہ سید صاحب کہاں ہیں ـــــ اسی حالت میں سکھ فوجیوں سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرما لیا۔

لاہور میں جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کو خبر پہنچی تو اس نے شہر میں چراغاں کرنے کا حکم دیا اور شہر میں فتح کی خوشیاں منائی گئیں ۔

اس تحریک کے بارے میں زید صاحب محترم اپنی پہلی کتاب میں یہ لکھ چکے ہیں۔

"بہرحال حضرت مجدد کی تحریک اصلاح ہو یا مولانا سیّد احمد شہید کی یا مولانا الیاس کی۔ یہ تینوں تحریکیں اسلامی اور مذہبی تحریکیں ہیں تینوں مخلص تھے، تینوں کا مطمحِ نظر اسلام کی خدمت تھا، تینوں نے (اپنے اپنے دور کے) احوال کو دیکھ کر جدوجہد کی، ان کو ان کی جدوجہد کا اجر رب العزت دے گا، رحمہم اللہ ورضی عنہم اجمعین،

(مجدد صاحبؒ اور ان کے ناقد تالیف ۱۹۸۴ء ص ۲۲۵)

مولانا زید صاحب کے ان تاثرات سے ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستان کا بریلوی فرقہ اور سجادگانِ مقابر ناراض ہوئے چنانچہ ان حلقوں کی طرف سے زید صاحب کے خلاف وہابیت کا پروپگنڈہ شروع کر دیا گیا۔ اور اس سے زید صاحب کے سلسلہ بیعت وارشاد پر بُرا اثر پڑا ــــ اس لیے یہی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ زید صاحب نے اپنی پہلی کتاب کے تاثرات کا اثر ختم کرنے کے لیے یہ دوسری کتاب تحریر فرمائی اور اس میں مولانا شہیدؒ اور سید احمد صاحب بریلوی کی تحریک کو کھل کر برا بھلا کہنے کی جرأت فرمائی اور بریلوی طبقہ اور اہل بدعت میں نیک نامی حاصل کرنے کی سعادت حاصل کی ــــ واللہ اعلم بالصواب ــــ

ورنہ کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ جس قلم نے پہلی کتاب میں سید صاحب کی تحریک جہاد کی اتنی تعریف وتوصیف کی وہی قلم دوسری کتاب میں اس طرح آگ برسانے پر مجبور ہو گیا۔ اسلامی اور ملّی درد رکھنے والا ہر شخص مولانا زید صاحب کے اس رویہ پر امام احمد ابن حنبل کا یہ شعر ہی پڑھ سکتا ہے ؎

ومن جهل شيئا عاداه ومن این یعرف یحیی الشافعی

یحیی ابن معین کیا جانیں کہ امام شافعی کا مرتبہ کیا ہے اور جو شخص کسی چیز سے لاعلم ہوتا ہے وہ اس سے ناراض ہی رہتا ہے۔ (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۶۱)

اخلاق حسین قاسمی ۲۶ مارچ ۸۴ء

چودہ اصولی سوالات کا جواب

مولانا شہیدؒ کے قلم سے

تقویت الایمان کی تحریر کے بعد مولانا رشید الدین صاحب نے مولانا شہیدؒ سے چند اصولی سوالات کئے اور مولانا شہیدؒ نے ان کا جواب تحریر فرمایا ۔

ان جوابات میں مولانا شہیدؒ کا حقیقی مسلک (اہل سنت) واضح ہو جاتا ہے، اور اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ تقویت الایمان ایک اصلاحی کتاب ہے جو بدعاتِ سیئہ کی تردید میں ایک پُر جوش اسلوب بیان میں وقتی ضرورت کے تحت لکھی گئی ۔

ورنہ مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ اسی مسلک (اہل سنت) پر قائم تھے جو حضرت شاہ ولی اللہؒ، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا تھا ——

یہ سوالات مع جوابات

فارسی زبان میں ہیں ، ذیل میں ان کا اردو ترجمہ —— مولانا زید صاحب کی کتاب سے نقل کیا جا رہا ہے ،

چہاردہ[14] مسائل کا آزاد ترجمہ

اصل رسالہ میں، جیسا کہ ناظرین کے سامنے ہے پہلے چودہ استفسارات ہیں اور پھر نمبروار ان کے جوابات ہیں، اس صورت میں استفسار دیکھنے کے لئے ہر بار ورق پلٹنے کی ضرورت پڑتی ہے، چوں کہ دوسرے کی تالیف میں تصرف کرنا درست نہیں لہٰذا اصل کو بجنسہٖ نقل کر دیا۔ اب ترجمے میں برائے سہولت ہر سوال کے بعد اس کا جواب لکھا جاتا ہے (از مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"علمائے اہلِ سنّت و جماعت سے اللہ تعالیٰ ان کو باقی رکھے چند مسئلے دریافت کئے جاتے ہیں۔

○ پہلا مسئلہ : شرعیات کی تہ تک پہنچنے کے لئے عقل و فکر سے بھی کام لیا جائے یا صرف نقل ہے؟

● جواب : شرعیات کے سمجھنے میں عقل و فکر کا دخل ضروری ہے اگر عقل کو نقل پر مقدم نہ رکھا جائے تو اُن نصوص کے لئے جو بہ ظاہر ایک دوسرے کے خلاف ہیں اور متشابہہ آیات و احادیث کی تاویل کے لئے کوئی صورت اور سبیل نہ ہوگی، جیسا کہ دُنیا کے آسمان کو اللہ کے آنے کا بیان حدیث میں ہے اور جیسا کہ آیاتِ مبارکہ اور دوسری روایات سے اللہ تعالیٰ کا امکانی صفات سے متصف ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں بہت سی جگہ لغوی ترجمہ مراد نہیں ہے، جیسی سورۂ الضحیٰ کی آیت ۷ ہے: "اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ دی۔" اور سورۂ زُمر کی آیت ۶۵ میں ہے: "اگر تو نے شریک مانا، اکارت جاویں گے تیرے کئے۔" اور سورۂ طٰہٰ کی آیت ۷۴ میں ہے: "نہ مَرے اس میں نہ جیوے۔" اور سورۂ نساء کی آیت ۹۳ میں ہے: "اور جو کوئی مارے مسلمان کو قصد کر کے تو اس کی سزا دوزخ ہے پڑا رہے اس میں۔" اور سورۂ نور کی آیت ۳: "بدکار مرد نہیں بیاہتا مگر عورت بدکار یا شریک والی اور بدکار عورت کو بیاہ نہیں لیتا مگر بدکار مرد یا شریک والا اور یہ حرام ہوا ہے ایمان والوں پر۔" اور سورۂ اعراف کی آیت ۱۸۹ اور ۱۹۰: "وہی ہے جس نے تم کو بنایا ایک جان سے، اور اُسی سے بنایا اس کا جوڑا کہ اُس پاس آرام پکڑے، پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانکا، حمل رہا ہلکا سا حمل، پھر چلتی گئی اُس سے پھر جب بوجھل

ہوئی، دونوں نے پکارا اللہ اپنے رب کو، اگر تو ہم کو بخشے چنگا بھلا تو ہم تیرا شکر کریں، پھر جب دیا ان کو چنگا بھلا، ٹھہرانے لگے اس کے شریک اس کی بخشی چیز میں، سو اللہ اوپر ہے ان کے شریک بتانے سے۔" اور ان کے علاوہ بہت دوسری آیات ہیں۔

○ دوسرا مسئلہ : ایمان داروں کی رائے کو شرعی حُسن میں دخل ہے یا نہیں، یعنی کسی امر میں ایمان والوں کی اتفاق رائے سے شرعی حُسن اور خوبی پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟

● جواب : ایسے مواقع پر جب ایمان والوں کا لفظ بولا جاتا ہے تو اُس سے مراد کامل ایمان والے ہوتے ہیں اور کامل ایمان والوں کی رائے سے شرعی حُسن پیدا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:[1] "جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے"۔ لہٰذا متدین کی بڑی جماعت جس امر پر متفق ہو جائے، اس میں شرعی حُسن پیدا ہو جاتا ہے۔

○ تیسرا مسئلہ : اجماع حجتِ قطعی ہے یا نہیں؟

● جواب : اجماع حجتِ قطعی ہے، اصول کی کتابوں میں اس کی دلیلیں موجود ہیں۔

○ چوتھا مسئلہ : قیاس شرعی حجت ہے یا نہیں؟

● جواب : چاروں اماموں کے نزدیک قیاس شرعی حجت ہے، اصول کی کتابوں میں کتاب و سنت سے اس کی دلیلیں مذکور ہیں۔

○ پانچواں مسئلہ : کتاب و سنت میں تاویل جائز ہے یا نہیں؟

● جواب : ادلّہ میں جو تعارض واقع ہوا ہے یا کتاب و سنت کا ظاہر عقل کے یا مقرراتِ شرعیہ کے خلاف واقع ہوا ہے یا ان دو وجہوں کے سوا اور کوئی وجہ ہو، اس کے رفع کرنے کے لئے کتاب و سنت میں تاویل جائز ہے بلکہ واقع ہے۔

○ چھٹا مسئلہ : قبروں کو بوسہ دینا شرک اور کفر ہے یا نہیں؟

● جواب : قبروں کو بوسہ دینا نہ شرک ہے نہ کفر ہے کیوں کہ اس مسئلے میں فقہا کا اختلاف ہے،

---

[1] حافظ سیوطی نے "تاریخ الخلفاء القائمین بامر اللہ" میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احوال میں اُن آیات و احادیث کی فصل میں جن سے حضرت ابوبکر کی خلافت کی طرف اشارہ ہوتا ہے، بیان کیا ہے کہ حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے اور جس کو مسلمان بُرا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بُرا ہے۔" حاکم نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔

بعض نے اس سے منع کیا ہے اور بعض نے جائز کہا ہے، جس فعل کے جواز اور عدم جواز میں فقہاء کا اختلاف ہو اس میں شرک کے احتمال کی گنجائش نہیں ہے، کیوں کہ جو شخص شرک میں اور امر مشروع میں فرق نہ کر سکے کلام اس کے اسلام میں ہے۔ بھلا فقہا تک بات کیا پہنچے۔

اب جب کہ قبر کو بوسہ دینا اختلافی مسائل میں سے ایک مسئلہ ثابت ہوا، لہٰذا اگر کوئی متقی عالم وجہ جواز کو ترجیح دے تو اس کے لئے بوسۂ قبر جائز ہے۔ یہی حکم اُن تمام روایات کا ہے جن میں اختلاف موجود ہے۔ جب حقیقت امر یہ ہو تو شرک اور کفر کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ اور جو شخص شرک و کفر کا مدّعی ہو وہ دلیل پیش کرے [1]

○ ساتواں مسئلہ : جو شخص بدعتِ سیّئہ (بُری بدعت) کا فتویٰ دے اس کو ضالّ و مُضل (خود گمراہ اور دوسرے کو گمراہ کرنے والا) کہا جا سکتا ہے یا نہیں ؟

● جواب : جو شخص بدعتِ سیّئہ کا فتویٰ دے وہ ضالّ و مُضل ہے۔

○ آٹھواں مسئلہ : اگر کوئی شخص میّت کو ثواب پہنچانے کے لئے بدنی عبادت کرے، جیسے تلاوتِ قرآن مجید یا روزہ رکھنا، نماز پڑھنی، نوافل کا پڑھنا، کیا میّت کو ثواب پہنچتا ہے یا نہیں ؟

● جواب : بدنی اعمال مثل تلاوتِ قرآن شریف، نماز، روزہ اور نفل جب کسی میّت کو ثواب پہنچانے کی نیت سے کئے جائیں تو اُن کا ثواب میّت کو پہنچتا ہے، دینی کتابوں میں اس معنی پر آیاتِ دالّہ بہت ہیں، ان میں سے شیخ جلال الدین سیوطی کا وہ بیان ہے جو کہ شرح صدور میں لکھا ہے، فرماتے ہیں:

فصل ۷ میّت کے لئے قرآن پڑھنے اور قبر پہ تلاوت کرنے کے بیان میں

قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب پہنچنے میں سلف کا اختلاف ہے، تین اماموں کے نزدیک ثواب پہنچتا ہے اور قبر پر پڑھنے کی مشروعیت پر ہمارے اصحاب (شوافع) نے اور اُن کے علاوہ دوسروں نے جزم کیا ہے (یعنی جائز ہے)۔

---

[1] واضح رہے دہلی کی جامع مسجد میں علماء کا جب اجتماع ہوا مولانا مخصوص اللہ اور مولانا محمد موسیٰ نے مولانا اسماعیل اور مولانا عبدالحی سے کہا: تم ہمارے بڑوں اور اُستادوں کو بُرا کہتے ہو، مولانا اسماعیل نے کہا: میں ان کو بُرا نہیں کہتا ہوں۔ مولانا موسیٰ نے کہا: تم ایسے مسائل بیان کرتے ہو جن سے ہمارے اُستادوں کی بُرائی ثابت ہوتی ہے۔ تم قبر کے بوسہ کو شرک کہتے ہو اور ہمارے اکابر قبر کو بوسہ دیتے تھے۔ مولانا رشیدالدین خاں وہاں موجود تھے۔ انھوں نے استفتاء تحریر کر کے ان کے حوالے کیا اور انھوں نے جواب تحریر فرمایا۔

اور مشکات کی شرح میں ہے: قبروں پر قرآن کا پڑھنا مکروہ نہیں ہے، یہی صحیح قول ہے۔ ابن ہمام نے اس کا ذکر کیا ہے، اور سراجیہ میں ہے کہ قبر کے پاس قرآن کا پڑھنا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے، اور محمد کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔

تجنیس میں ہے: اگر نماز پڑھی یا روزہ رکھا یا کچھ دیا، یا قربات (نیک کاموں) میں سے کوئی کام کیا تا کہ اس کا ثواب میت کو پہنچے، جائز ہے اور ثواب پہنچے گا۔ ایصال ثواب میں نیت اور عمل کا اعتبار کیا جائے گا۔

نافلہ بدنی عبادات کے ثواب منتقل کرنے کا استنباط احادیث کثیرہ سے کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ دوسرے کی طرف سے حج کے جواز کی حدیث ہے، حج میں بدنیت کا پہلو مالیت کے پہلو سے غالب ہے اور جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ آخرت میں ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دی جائیں گی۔

○ نواں مسئلہ: اجماع کا نقل کرنے والا ایک معتبر عالم ہو تو اُس کی نقل کا اعتبار کیا جائے یا نہیں؟

● جواب: اجماع کا نقل کرنے والا اگر ایک معتبر عالم ہے تو اس کی نقل کا اعتبار کیا جائے گا جس طرح احادیث و آثار اور اخبار میں ایک عادل کی روایت معتبر ہے۔ اس مسئلے کی تفصیل اصول فقہ اور اصول حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔

○ دسواں مسئلہ: ابدان سے جُدا ہونے والی روحوں میں شرعًا ادراک اور حس ہوتی ہے یا نہیں؟

● جواب: جسموں سے جدا ہونے والی روحوں میں شرعًا ادراک اور حس ہوتی ہے۔ امام بیضاوی اپنی تفسیر "انوار التنزیل و اسرار التاویل" میں سورۂ بقرہ کی آیت ۱۵۴ ("اور نہ کہو جو کوئی مارا جاوے اللہ کی راہ میں مُردے ہیں بلکہ وہ زندے ہیں لیکن تم کو خبر نہیں") کے بیان میں فرماتے ہیں:

"یہ آیت شریفہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ارواح جواہر ہیں اور وہ اپنی ذات سے قائم ہیں، جو احساس بدن سے کیا جاتا ہے، وہ اُس سے مغایر ہیں، مرنے کے بعد بھی وہ ادراک کرتی ہیں، جمہور صحابہ اور تابعین کا یہی مسلک ہے۔ آیات و سُنن میں اسی طرح ہے اور شہداء کا ذکر جو خصوصیت سے کیا گیا ہے تو اُن کے تقرب الی اللہ، مزید شادمانی اور کرامت کی بنا ہے۔"

احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ میت لوگوں کی باتیں، زائرین کے پیروں کی چاپ اور ان کے جوتوں کی چرچراہٹ سنتا ہے اور تلقین کرنے کی احادیث اور اموات کو خطاب کرنے کی احادیث کتب صحیحہ میں موجود ہیں۔ اور بدر کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولوں کا فروں

سے خطاب کیا (بات کی) تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: آپ ان جسموں سے جن میں جان نہیں ہے کیا فرما رہے ہیں. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں اُن کی بہ نسبت تم زیادہ سننے والے نہیں ہو۔

یہ روایت اموات کے سننے کے سلسلے میں واضح دلیل ہے۔

○ گیارھواں مسئلہ: بدعتِ سیئہ (بُری بدعت) کو اچھا سمجھنے والا کافر و مشرک ہے یا نہیں؟

● جواب: اگر بُری بدعت کو اچھا سمجھنے والا، فہم کی خرابی کی وجہ سے اُس بُرائی کو نہیں سمجھ سکا ہے جو اُس میں ہے یا اُس کو کوئی شبہہ ہو گیا ہے جس کی بِنا پر وہ اس کو اچھا سمجھنے لگا ہے تو وہ کافر نہیں ہے اور اگر وہ شریعت کی مخالفت اور عناد کی بِنا پر اس بُری بدعت کو اچھا سمجھ رہا ہے تو وہ کافر ہے۔

○ بارھواں مسئلہ: مصاحف میں کلامِ الٰہی کا لکھنا بدعت ہے یا نہیں؟

● جواب: مصاحف میں کلامِ الٰہی کا لکھنا اس اعتبار سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں نہ تھا، بدعت ہے اور اس اعتبار سے کہ یہ فعل خلفاے راشدین کی سنّت اور اُن کا طریقہ ہے، سنّت ہے کیوں کہ خلفاے راشدین کی سنّت کو بھی سنّت کہتے ہیں۔

○ تیرھواں مسئلہ: قرآن مجید میں حرکات کا لگانا بدعت ہے یا نہیں؟ اگر بدعت ہے تو اچھی ہے یا بُری؟ اور قرآن مجید کا جمع کرنا کس حکم سے ہوا، آیا قرآنی آیت کا حکم ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، یا ان دونوں میں سے ایک بھی نہیں ہے، لہٰذا بدعت ہے یا نہیں؟ اسی طرح ہر وہ حکم جو قرآن مجید کے نص سے یا حدیث متین کے ظاہر سے نہ ہو۔ بدعت ہے یا نہیں؟

● جواب: قرآن مجید میں حرکات کا لگانا اچھی بدعت ہے کیوں کہ عجمیوں کا قرآن مجید صحیح پڑھنا بلکہ اس زمانے کے عربوں کی صحتِ قراءت کا مدار ان ہی حرکات پر ہے۔ اور قرآن مجید کا جمع کرنا نہ کسی آیت کے حکم سے ہے اور نہ کسی محکم حدیث کی وجہ سے ہے اور اس لحاظ سے قرآن مجید کا جمع کرنا بدعت ہے۔ اور وہ بدعتِ حسنہ ہے کیوں کہ اس کی وجہ سے قرآن مجید غلطیوں سے اور ضائع ہونے سے محفوظ ہو گیا ہے۔

اور بعض بدعتوں کے حسنہ ہونے میں کوئی شبہہ نہیں ہے۔ اور اس کا اثبات بہت سی حدیثوں سے کیا جا سکتا ہے، جیساکہ وارد ہے: "جو اچھا طریقہ رائج کرے گا اس کو اس کا اجر ملے گا اور اس شخص کا اجر ملے گا جو اس پر عمل کرے گا" اور وہ بدعت ہے جو مردود ہے، وہ بدعت مُقَیَّد ضلالت سے ہے، جیساکہ حدیث میں وارد ہے: "جس نے گمراہی کی بدعت نکالی کہ جس کو اللہ اور اس کا رسول پسند نہیں کرتا" (تا آخر حدیث) اور حدیث میں وارد ہے: "جو ہمارے اس امر میں ایسی بدعت نکالے جو اس میں سے نہ ہو تو وہ رَدّ ہے"۔ اِس حدیث سے اُس بدعت کا مردود ہونا ثابت ہوا جس کا دِین سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اور وہ بدعت جس کی اصل شرع سے ثابت ہو وہ بدعتِ حسنہ ہے جیسے تسبیح اور تراویح (تسبیح سے مراد وہ تسبیح ہے جو برائے شمار استعمال کی جاتی ہے)۔

جو حکم قرآن یا حدیث کی صریح نص سے نہ ہو، وہ دو قسم پر ہے: ایک قسم وہ ہے جس کا اثبات کسی دوسری شرعی دلیل سے ہوتا ہو، مثلاً اجماع سے یا قیاس سے۔ اور اس کی کوئی شرعی اصل ہو، لہٰذا وہ ہرگز بدعتِ سیئہ نہیں ہے، کیوں کہ بہ وجہ کسی شرعی دلیل ہونے کے اور بہ وجہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ("آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا") کے استنباط کے قواعد اور ان کے علاوہ جو ہیں وہ سب دین میں داخل ہیں اور یہ سب سنّت میں یا بدعتِ حسنہ میں جو کہ سنّت کے معنی میں ہے، داخل ہیں بلکہ بعض اچھی بدعتیں فرضِ کفایہ ہیں، جیساکہ کتابوں میں خوب ان کا بیان ہے (مثلاً علوم کا ضبط کرنا اور ان کو لکھنا)۔

ان کتابوں میں سے ایک کتاب امام نووی کی اربعین کی شرح ہے، اس کا نام 'فتح المبین' ہے، یہ شرح شیخ ابن حجر ہیتمی نے لکھی ہے، وہ پانچویں حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: جو نیا فعل کیا جائے اور وہ کتاب (قرآن مجید) یا سنّت یا اجماع یا اثر کے خلاف ہو، وہ بدعت ضالّہ ہے (گمراہ کرنے والی بدعت) اور جو فعل بھلائی کا نیا کیا جائے اور وہ ان میں سے کسی کے خلاف نہ ہو تو وہ بدعتِ محمودہ ہے (تعریف کی گئی بدعت ہے یعنی اچھی بدعت ہے) اور اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ اس پر اتّفاق ہے کہ اچھی بدعت مستحب ہے اور اچھی بدعت وہ ہے جو ان میں سے (کتاب، سنّت، اجماع، اثر میں سے) کسی سے موافق ہو اور اس کے کرنے سے محذورِ شرعی کا ارتکاب نہ ہوتا ہو، ان میں سے بعض فرض کفایہ ہیں،

جیسے علوم کی تصنیفات ہیں اس کی طرح اور امور ہیں۔

امام ابوشامہ جو کہ مصنف کے (ابن حجر ہیتمی کے) شیخ ہیں، کہتے ہیں:

ہمارے زمانے کی اچھی بدعتوں میں سے یہ بدعت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موافق دن میں صدقات اور عمدہ کام اور نعمت کا اظہار اور شادمانی کی جاتی ہے۔ ان امور سے اور فقرا و مساکین کے ساتھ نیکیاں کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی تعظیم اور بڑائی کا پتہ چلتا ہے جو اِن نیکیوں کے کرنے والے کے دل میں ہے اور ان امور کے کرنے سے اللہ تعالیٰ کے شکر کا اظہار ہوتا ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کر کے تمام عالمیان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمتیں اور سلام ان پر نازل کرے۔ انتہی۔

دوسری قسم وہ ہے جو شرعی دلیلوں میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہ ہو۔ یہ قسم بدعتِ سیّئہ ہے یعنی بُری بدعت ہے۔

○ چودھواں مسئلہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کا نہ ہونا اور اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول و فعل کا نہ ہونا۔ کسی قول یا فعل کے لئے عدم جواز کا سبب ہوتا ہے یا نہیں؟ بیان فرمائیں اور اجر حاصل کریں۔

● جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول اور فعل کا نہ ہونا، کسی قول اور فعل کے لئے عدم جواز کی دلیل نہیں، سلبی حکم کے لئے دلیل کی ضرورت ہے، علم کا نہ ہونا کفایت نہیں کرتا۔

البتہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی فعل نہیں کیا ہے اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے وہ فعل کیا ہو تو اس صورت میں جواز اور عدم جواز لازم آتا ہے اور اس تقدیر میں اجماع اور قیاس کی بنیاد منہدم ہو جاتی ہے، کیوں کہ قیاس اور اجماع کی ضرورت غیر منصوص امور میں ہُوا کرتی ہے اور جب ممنوعات میں امور منصوصہ کو لایا جائے تو اجماع اور قیاس لغو ہو جاتا ہے۔"

چودہ مسئلے تمام ہوئے جو خاں صاحب مولوی رشید الدین خاں صاحب نے مولوی اسماعیل سے دریافت کئے تھے۔

ترجمہ مولانا زید صاحب

مصنّف کا تعارف

میانہ قد، متناسب الاعضاء جسم، کشادہ پیشانی، آفتابی چہرہ، گلِ تر کی طرح شگفتہ وشاداب، سیاہ وسفید گھنی ڈاڑھی، سر کے بال نسبتاً بلاخضاب زیادہ کالے، اس پر نہایت قیمتی قراقری انور پاشا کیپ، آنکھوں پر ہلکے سنہرے فریم کی عینک، جوں ہی چشمہ اتارتے ہیں آنکھیں مسحور کن انداز میں کھلنے، بند ہونے لگتی ہیں،

شیروانی کسی قدر لمبی، علی گڈھ تراش کا پاجامہ، سردیوں میں جِنّا لی خوبصورت ودل کش گرم چغا، کبھی کبھی سر پر کشمیری رومال، متانت وسنجیدگی کا پیکر، خلوص وانکساری کی جیتی جاگتی تصویر، تکلّفات سے ناآشنا۔ دلّی کی سادہ تہذیب کا نمونہ، خودنمائی اور خودبینی کے تازہ بہ تازہ طریقوں سے ناآشنا، اصلاح معاشرہ کے آرزومند مسلمانوں کی سماجی زبوں حالی اور فقدان قیادت پر ماتم کناں۔

قومی جلسوں کے ہنگامہ خیز مقرر، حق گو، صاف گو۔ مگر دل آزاری سے مجتنب، مصلحت پسند، مگر اظہارِ حق میں بے باک۔

اور اسی کے ساتھ اس کا بھی اضافہ کیجئے کہ گفتگو اور خطابت میں صاف ستھری اور شائستہ زبان کے تراشے ہوئے فقرے اور ادبی جملے جو جذبات کی تھوڑی سی برہمی اور لب ولہجہ کی سنجیدگی سے مل کر ادا ہوتے ہیں جیسے کسی پہاڑی جھرنے سے پانی گر رہا ہو اور کبھی کبھی ہوا کے جھونکوں سے آواز کے تسلسل وترنّم میں فرق آجاتا ہے۔

اب یوں سمجھئے کہ مولانا کی شخصیت کا جغرافیہ تقریباً مکمل ہوگیا، بہر حال یہ تو تھا مولانا کا قلمی تعارف —— رہا یہ کہ وہ مولانا کون ہیں؟—— تو مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی کسی تعارف وتعریف کے محتاج نہیں۔

نہ علمی حلقوں میں اجنبی ہیں اور نہ عوامی حلقوں میں غیر متعارف ہیں،
ان کی شخصیت گوناگوں خانوں میں بٹی ہوئی ہے ان میں علم وعمل کی
متعدد نادرہ روزگار صفات غیر معمولی طور پر جمع ہوگئی ہیں۔
یہ بیک وقت عالم دین، مفسر قرآن، غرض بہت کچھ، اور ساتھ ہی
درویش صفت انسان ــــ
اپنی زندگی کا طویل حصّہ ہندوستان کی راجدھانی دلّی میں زہد قناعت
اور نہایت پاکیزہ سیرت کے ساتھ گذارا ــــ
لیکن کبھی اپنی پاکبازی وتقدس کی تجارت نہ کی اور نہ اپنی درویشی
کی نمائش فرمائی ــــ لوگ وطن سے باہر نکل کر چمکتے ہیں، مولانا
اپنے وطن میں چمکے اور اہل وطن کی بھرپور محبت اور شفقت پائی،
تقریر وخطابت کے فنی کمال کے ساتھ طبعی انکساری اور عاجزی نے
وطن سے باہر ملک کے ہر گوشہ میں مولانا کو قبولیت اور محبت ملی اور ہر صوبہ
نے مولانا کو اپنا آدمی سمجھا،
طبعی انکساری کی وجہ سے ان کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے ہر
آدمی بھول جاتا ہے کہ وہ کسی بڑے عالم اور بڑے مصنّف سے مخاطب ہے،
اپنی بڑائی اور اپنے کمالات کا شاید انہیں وسوسہ بھی پیدا نہیں ہوتا،
اپنے چھوٹوں اور کہیں چھوٹوں کی بات کو اس التفات سے سنتے ہیں
کہ وہ گویا ان کے ہمسر ہیں بلکہ بعض اوقات تو اپنے نیازمندوں اور چھوٹوں
کو اتنا بڑھاتے ہیں کہ وہ بے چارے خود اپنے متعلق بڑی غلط فہمیوں میں
مبتلا ہوجاتے ہیں اور آپ سے ملنے والا یہ سمجھتا ہے کہ موصوف جتنا
مجھ سے قریب ہیں اتنا کسی اور سے قریب نہیں۔
مولانا بڑے زندہ دل اور ظریف الطبع ہیں یہاں تک کہ بعض اوقات
ظرافت کی رو میں بہہ کر ہم چھوٹوں کو بھی نہیں بخشتے ــــ بڑے ہنس مکھ ہیں۔

خوب ہنستے ہیں اور ہنساتے ہیں۔

مولانا سیاسی مولویوں کا اکثر مذاق اڑاتے ہیں، حالانکہ خود بھی سیاسی آدمی رہ چکے ہیں ــــ اور وہ بھی کانگریسی ــــ لیکن مجھے یقین ہے کہ گاندھوی کبھی نہیں رہے ہوں گے۔

سیاست میں مولانا کی بے باک حق پرستی کا نتیجہ تھا کہ ایمرجنسی کی زیادتیوں اور نس بندی اور توڑ پھوڑ کے واقعات نے مولانا کو کانگریس سے بےزار کر دیا اور مولانا نے انقلابی لہر کا ساتھ دیا ــــ اور اسی کے نتیجہ میں مولانا کو جمعیۃ علماء ہند سے الگ ہونا پڑا ــــ جس کے وہ صوبائی صدر اور آل انڈیا کے ناظم رہ چکے تھے، اور انقلاب ۴۷ء کے بعد اسی جماعت کے پلیٹ فارم سے مولانا حفظ الرحمٰن، مولانا احمد سعید اور مولانا محمد میاں رح کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر ایک جاں فروش سپاہی کی طرح فرقہ پرستی کی آگ بجھانے اور مسلمانان ہند کو سماجی پستی سے نکالنے اور انہیں نشاۃ ثانیہ کی راہ پر ڈالنے کے لیے رات دن ایک کیے تھے۔

وہ تمام لوگ جو مولانا سے کسی طرح قریب رہے ہیں اور جن کی آنکھوں پر جماعتی عصبیت اور سیاسی رقابت کا پردہ پڑا ہوا نہیں ہے وہ اس کی شہادت دیں گے کہ مولانا کا بے باک قلم اور بے لاگ خطابت ہمیشہ ملّی مسائل اور دینی تقاضوں کی ترجمانی کا فرض ادا کرتی رہی ہے' یہ بات اور ہے کہ اس حق گوئی کی بڑی بھاری قیمت مولانا کو ادا کرنی پڑی ہے اور دفعہ ۱۵۳ الف کے ایک دو نہیں چار چار مقدمے بیک وقت مولانا پر قائم رہے ہیں۔

۱۲ برس کی مدت کم نہیں ہوتی، زندگی کا اتنا قیمتی وقت مولانا نے ان مقدمات کی پیروی میں نہایت صبر و استقلال اور خندہ پیشانی کے ساتھ گزارا ہے۔

فکری اعتدال مولانا کی بڑی خصوصیت ہے۔ وہ ایک طرف۔

ابوالکلامؒ اور حسین احمد مدنیؒ کے سیاسی فکر کے علم بردار ہیں اور ساتھ ہی مولانا تھانوی کے تعمیری فکر کی افادیت کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔

مولانا کو مولویانہ بحث و مباحثہ کی عادت نہیں ہے، ذہین و ذکی الحس آدمی ہیں، ان جھمیلوں میں پڑنا نہیں چاہتے، اگر اتفاق سے کہیں الجھنا پڑتا ہے تو ان کے بحرِ علم میں جوار بھاٹا آجاتا ہے، پھر حریف کو جب تک میدان سے نہ بھگا دیں اس وقت تک چین نہیں پڑتا ـــ لیکن الحمدللہ اب مدافعانہ انداز میں سنجیدہ قلمی مناظرہ کا سنگ بنیاد رکھ چکے ہیں ـــ مولانا احمد رضا خان کے ترجمۂ قرآن کا علمی تجزیہ اور مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ اور ان کے ناقد جیسی تحقیقی اور علمی کتابوں کی قدر دانی کرتے ہوئے مستقبل کا مورخ انہیں امام المناظرین کے خطاب سے نوازے تو وہ حق بجانب ہوگا۔

یہ بھی سننے کے لائق ہے کہ مولانا کتابوں کے عاشق ہیں، بڑے ذوق و شوق اور انہماک سے اس طرح مطالعہ کرتے ہیں کہ ان کے ہاتھ میں سرخ پنسل یا قلم ضرور ہوتا ہے ـــ خواہ کتاب ذاتی ہو یا مستعار ـــ جو مقامات پسند آتے ہیں ان پر سرخ پنسل سے نشان لگاتے جاتے ہیں اور کبھی حاشیہ پر کچھ لکھ بھی دیتے ہیں جس میں بڑی افادیت ہوتی ہے۔

مولانا کا فطری ذوق و دلچسپی کسی انسانی تصنیف و تالیف سے نہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب حکیم سے ہے۔ اسی کتاب مقدس میں شب و روز غور و فکر ان کی زندگی کا حسین مشغلہ ہے۔ بلکہ یہی ان کی غذا ہے اور یہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

مولانا نے شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کے الہامی ترجمہ "موضح قرآن" اور اس کے تفسیری فوائد کی جو علمی تحقیق و تدقیق کی ہے بقول۔ حضرت الاستاد مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیری مدظلہٗ

"بلاشبہ یہ کارنامہ عہد مظلم کے سیکڑوں ریسرچ کرنے والے

محققین کی تحقیقات پر بھاری بھرکم ہے"۔

اور بقول مولانا ازہر شاہ صاحب قیصر مدظلہ

"ہمیں افسوس اور حسرت ہے کہ ایسے علمی اور تحقیقی کاموں کی اس زمانہ میں کھپت نہیں، مولانا قاسمی کی یہ کتاب اپنی تحقیق کے لحاظ سے یقیناً اس قابل ہے کہ کسی صوبہ کی اردو اکیڈمی اسے درجہ اوّل کی کتاب قرار دے کر اس پر مولانا کو انعام دے"۔

آپ قدیم دلّی والا ہونے کی وجہ سے دلّی کی صاف اور شگفتہ اردو بولتے اور لکھتے ہیں، تعلیم سے فراغت کے بعد دہلی کے مشہور واعظ ومقرر مولانا احمد سعید صاحب دہلوی کی خدمت میں ترجمہ قرآن پاک کی ترتیب میں شرکت کی اور سحبان الہند مرحوم کی صحبت میں رہ کر آپ کی زبان میں دہلویت کا رنگ اور زیادہ پختہ ہو گیا۔

بقول حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

"دہلی کے مشہور شیوہ بیان مقرر سحبان الہند مولانا احمد سعید رح کے وعظ وبیان کی شیرینی اور دل کشی سے جو لوگ لطف اندوز ہوئے ہیں وہ اس کی تصدیق کریں گے کہ مولانا اخلاق حسین صاحب اس میدان میں مرحوم سحبان الہند کی یادگار ہیں، وہ ٹھیٹ دلّی والے بھی ہیں اور مرحوم کی صحبت بھی انہیں حاصل رہی ہے"۔

تحریر میں آپ کی دہلوی زبان کا شاہکار "اخلاق رسول" کتاب ہے اور مولانا کی ریڈیائی تقاریر کا مجموعہ — اسلام کیا کہتا ہے ؟— کتاب ہے۔

مولانا محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند کے تاثرات مولانا کی اس کتاب کے بارے میں یہ ہیں۔

"یہ کتاب دہلی کی ٹکسالی اردو اور کوثر وتسنیم سے دھلی ہوئی لال قلعہ

کی شیریں اور حسین زبان کا بہترین نمونہ ہے"

رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور آپ کے اخلاق حسنہ کے موضوع پر مولانا کی تقریریں عوام و خواص میں بہت مقبول ہیں، آپ جب اس موضوع پر بولتے ہیں تو وجدانی کیفیت کے ساتھ بولتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ اپنے آپے میں نہیں ہیں ـــــ بلبل کی طرح چہکتے ہیں اور شاخ گل کی طرح جھومتے اور لچکتے ہیں، موصوف کا ہفتہ واری خطاب جو مدرسہ حسین بخش جامع مسجد میں نماز جمعہ سے قبل ہوتا ہے علمی، دینی اور اصلاحی مسائل پر نہایت بلند پایہ تحقیقی مواد پر مشتمل ہوتا ہے اور اس خطاب سے مستفید ہونے کے لیے دور دراز سے علمی ذوق رکھنے والے حضرات اس خطاب میں شریک ہوتے ہیں در حقیقت مولانا اخلاق حسین قاسمی اس تاریخی منبر و محراب کی زینت ہیں جو ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد دارالعلوم دیوبند سے دس سال قبل ولی اللہی تحریک کے اصلاحی مرکز کے طور پر وجود میں آیا تھا۔

اور جب مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید کے ایک پیرو مولانا نوازش علیؒ[1] کے وعظ و خطاب پر جامع مسجد دلیؔ کے اندر کچھ اہل ہوا نے شور و غل مچایا تھا تو حاجی حسین بخش صاحب پنجابی نے اس "دارالہدیٰ والوعظ" کو تعمیر کرایا تھا۔

حاجی صاحب شاہی فیل خانہ کے سپلائیر تھے اور مولانا شہید رح کے اصلاحی مشن سے گہرا تعلق رکھتے تھے،

اس مرکز اصلاح میں مولانا محمد حسین فقیر، مولانا کرامت اللہ خاں صاحب مولانا نورالحسن صاحب دیوبندی، مولانا عبدالشکور صاحب مہاجر مدنی اور مولانا احمد سعید صاحب دہلوی جیسے اہل علم خطاب کرتے رہے ہیں۔

مولانا دہلوی اپنے قلم کی سادگی اور شگفتگی اور انداز بیان کی دل کشی اور روح پروری کی وجہ سے آل انڈیا ریڈیو کے مقبول ترین مقرر بھی ہیں،

[1] شاگرد شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی

اور مولانا احمد سعید اور مولانا حفظ الرحمان کی دلی میں اب صرف وہی ایک مقرر اور واعظ نظر آتے ہیں جنھیں اسلافِ دلی کی آخری یادگار کہا جا سکتا ہے۔

میں نے سب سے پہلے مولانا کی ایک جھلک اپنے وطن (چمپارن بہار) کے ایک پر ہجوم جلسے میں دیکھی، اس وقت نہ ان تک پہنچ سکا، نہ گفتگو کی نوبت آئی ___ دوسری مرتبہ آپ کی زیارت کا شرف اس وقت حاصل ہوا جب آپ دارالعلوم کے مہمان خانہ میں مقیم تھے۔ مفتی جمیل الرحمٰن صاحب نے ناچیز کا تعارف کرایا، اجنبیت دور ہونے میں چند لمحے بھی نہ لگے، بڑے تپاک اور محبت سے ملے جیسے برسوں کی آشنائی ہو، اس کے بعد آپ دیوبند تشریف لائیں اور ملاقات ہو شاید کبھی ایسا نہ ہوا،

اور اب تو مولانا الحمدللہ ہمارے "نگہبان فرشتہ" ہو گئے ہیں، یعنی مہتمم جامعہ رحیمیہ ___ جہاں تفسیر قرآن پڑھانے اور ولی اللہی تحریک (اصلاحی جہاد) کا تعارف کرانے میں مصروف ہیں۔

مولانا قاسمی کی فطری صلاحیتوں کے پیش نظر مولانا کے قدردان اس بات سے خوش ہیں کہ موصوف اپنے آپ کو علمی اور قلمی سرگرمیوں کے لیے بک سو کر چکے ہیں۔

اگر موصوف سیاسی ہنگاموں سے کنارہ کش ہو کر نہ بیٹھتے تو قرآن حکیم کی اتنی بڑی خدمت کا موقعہ آپ کو میسر نہ آتا۔

مولانا قاسمی نے ہندوستان کے غریب مسلم عوام اور غیر مسلم حلقوں میں اسلامی تبلیغ و دعوت کے لیے رحمت عالم کانفرنس ___ کے نام سے ایک ادارہ قائم کر رکھا ہے، جس کی طرف سے ہزاروں چھوٹے بڑے اردو، ہندی اور انگلش پمفلٹ بلا قیمت تقسیم ہو چکے ہیں۔

مولانا نے ۱۹۴۷ء کے بعد مسلمانوں کے اندر بڑھتی ہوئی غربت اور مخالفین کی طرف سے اسلام اور ہادی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان حکمرانوں کے خلاف توہین آمیز اور اشتعال انگیز پروپگنڈہ کو دیکھ کر یہ تبلیغی ادارہ قائم کیا اور اصحاب خیر مسلمانوں کے مالی تعاون سے ہزاروں کتابچے ملک کے اندر پھیلائے۔

نامناسب ہوگا کہ مولانا کے تبلیغی اور تصنیفی کاموں کا تعارف کراتے ہوئے مولانا کے ان پاکستانی اور جماعتی احباب کا ذکر خیر نہ کیا جائے جن کی توجہ اور تعاون سے محاسن موضح قرآن جیسی اہم ضخیم کتاب آٹھ سو صفحات پر مشتمل نہایت اہتمام کے ساتھ شائع ہوئی اور اب مستند موضح قرآن کا عظیم کام شروع کر دیا گیا ہے۔

یعنی مولانا سعید الرحمان صاحب علوی ایڈیٹر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور — اور ان کے مخلص احباب — جو ولی اللّٰہی علوم قرآنی پر کئے گئے بے مثال کام کو زندہ جاوید بنانے کی مخلصانہ کوششوں میں مصروف ہیں۔ فجزاہم اللہ خیرالجزاء

عطاء الرحمان قاسمی (چمپارن بہار)
استاد فقہ و ادب جامعہ رحیمیہ۔ دلی
۲۱ مئی ۱۹۸۴ء

